عمران سیریز

جلد نمبر
31 (II)

زیرولینڈ کی تلاش

109 - تلاش گمشدہ

110 - آگ کا دائرہ

111 - لرزتی لکیریں

ابن صفی

عمران سیریز

جلد نمبر 31 (دوم)

زیرو لینڈ کی تلاش

ابن صفی

اسرار پبلی کیشنز

الکریم مارکیٹ، مین کبیر سٹریٹ

اردو بازار لاہور۔ فون : 7321970 - 7357022

جملہ حقوق محفوظ

اس ناول کے نام، مقام، کردار اور کہانی سے
تعلق رکھنے والے اداروں کے نام فرضی ہیں۔

پبلیشر .... خالد سلطان
پرنٹر .... یمانی پریس

سیل ڈپو: عثمان ٹریڈرز
الکریم مارکیٹ، مین کبیر سٹریٹ
اردو بازار لاہور۔ فون : 7321970

عمران سیریز

جلد نمبر 31 (دوم)

زیرو لینڈ کی تلاش

ابن صفی

109- تلاش گمشدہ

110- آگ کا دائرہ

111- لرزتی لکیریں

عمران سیریز نمبر 109

تلاش گمشدہ

(پانچواں حصہ)

پیشرس

"ٹھنڈا سورج" کی پسندیدگی کا شکریہ۔ اور ان دوستوں کا بھی شکر گزار ہوں، جنہوں نے یہ اطلاع دی ہے کہ خاص نمبر "پھُس" سا ہو کر رہ گیا۔

ایک بھتیجی نے تو پوری کہانی کا تجزیہ کر کے بہت بڑا سوالیہ نشان بھی ارسال کیا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کیا بس "مکڑی" ہی رہ گئی تھی۔ کوئی "مینڈکی" کیوں نہیں پکڑلی تھی وہ زیادہ خوبصورت لگتی اور آپ کا جی بھی بہلتا.... کسی کو تو اس پر افسوس ہے کہ عمران واقعی بالکل ہی اُلو نظر آتا ہے۔ کچھ بھی تو نہ کر سکا لیکن اس کا اعتراف سبھی کو ہے کہ کہانی دلچسپ تھی۔ (چند کو چھوڑ کر جنہیں کہانی بھی بور لگی) مجھے یقین ہے کہ کہانی محض اسی لئے بور لگی کہ عمران نے "فولاد کا پٹھا" بن کر اس عمارت کو اڑا کیوں نہیں دیا اور رہا عمران کی زندگی بچالینے کا سوال، تو مصنف جھک مار کر کسی نہ کسی طرح بچاتا ہی، ورنہ کھاتا کہاں سے؟

بھائیو.... بھائیو! کہانی طویل ہو گئی ہے تو میں کیا کروں؟ میں نے تو بہت چاہا تھا کہ اُسی خاص نمبر میں ختم کر دوں لیکن ممکن نہ ہوا۔ اُچھل کود کو ختم کر دیتا تب بھی بُرا بنتا.... خیر اب دیکھئے کب

ختم ہوتی ہے۔ بہرحال، آپ یقین کیجئے کہ عمران پورے مریخ کو تباہ کیے بغیر نہیں چھوڑے گا۔ خواہ کچھ ہو جائے۔

ایک صاحب نے یہ بھی فرمایا ہے کہ پوری کتاب پر تھریسیا ہی چھائی ہوئی نظر آتی ہے۔ عمران بالکل ہی کیچوا ہو کر رہ گیا ہے۔ مصلحت، میرے بھائی مصلحت! پھر عرض کروں گا کہ وہ "ڈھائی گھنٹے کا فلمی ہیرو" نہیں ہے۔ اب آپ اُسے ایکشن میں دیکھیں گے اور یہی ایکشن ایک بار پھر اُسے وہیں لے جائے گا جہاں سے بے نیل مرام پلٹا نہیں، بلکہ پلٹایا گیا تھا اور اس بار قیدیوں کی طرح نہیں جائے گا بلکہ سفر کی صعوبتیں بھی جھیلے گا۔ تب مزہ بھی آئے گا، اس عمارت کی تباہی کا، جسے بہ حسرت و یاس دیکھتا رہ گیا تھا۔ پس ذرا صبر سے کام لیجئے۔ ویسے بھی کیا آپ کو ہر کتاب میں نئی کہانی کا مزہ نہیں آرہا؟

ایک صاحب فرماتے ہیں کہ آپ ایٹمی ری پروسیسنگ پلانٹ کا قصہ کیوں لے بیٹھے؟ میں نے کہا بھائی! سب ہی اپنے اپنے طور پر اُس کے حصول کی کوشش کر رہے ہیں.... عمران کیوں پیچھے رہ جائے۔ آخر مجھے بھی تو خواب دیکھنے کا حق پہنچتا ہے، سو پہنچنے دیجئے اور کیا عرض کروں۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے اور اپنی خیریت، آپ کے ہاتھوں خداوند کریم سے نیک مطلوب ہے۔

والسلام

ابنِ صفی

۲۴ر جنوری ۱۹۷۹ء

شہر کے سارے صحافی اس کے ہمدرد ہو گئے تھے۔ شاید ہی کوئی ایسا اخبار رہا ہو جس میں اُن کی تصویریں نہ شائع ہوئی ہوں۔ اسے اپنے گمشدہ شوہر کی تلاش تھی۔ جو اُس کے بیان کے مطابق یہیں کا باشندہ تھا اور وہ خود نیوزی لینڈ سے آئی تھی۔ ایسی ہی خوبصورت اور اسمارٹ تھی کہ بہتیرے متمول مقامی افراد نے اُس پر ڈورے ڈالنا شروع کر دیا تھا۔ وہ اس سے کہتے کہ کسی بھگوڑے شوہر کے لئے اتنی تگ و دو کر رہی ہے۔ اُس پر خاک ڈالے اور اسی خاک سے اٹھنے والے کسی دوسرے گلفام کا انتخاب کر لے لیکن وہ کسی کو منہ نہیں لگاتی تھی۔ اس قسم کی تجاویز پر اُس کی برہمی قابل دید ہوتی۔ آپے سے باہر ہو کر مرنے مارنے پر تیار ہو جاتی۔

لیکن سب سے بڑی دشواری یہ تھی کہ اُس کے پاس اُس کے گمشدہ شوہر کی کوئی تصویر نہیں تھی۔ زبانی حلیہ بتانے کی کوشش کرتی اور وہی تلاش گمشدہ کے اشتہار کی صورت میں شائع کر دیا جاتا۔ نام اُولی موران بتاتی تھی۔ اُس کے بیان کے مطابق یہ شخص جوان العمر، تندرست اور بہت خوبصورت تھا۔ دو سال قبل پیرس میں دونوں کی شادی ہوئی تھی اور اُس نے اُسے نیوزی لینڈ کی شہریت بھی دلوادی تھی۔ لیکن پھر وہ حال ہی میں اچانک غائب ہو گیا تھا۔

آج بھی وہ "پیپلز ڈیلی" کے اخبار کے دفتر میں بیٹھی از سر نو اپنی داستان غم دہرا رہی تھی اور آنسو تھے کہ تھمنے کا نام ہی نہیں لیتے تھے۔ اسٹاف رپورٹر بھی وہیں موجود تھا۔ اچانک اُس نے کہا "مسز موران! آپ جو حلیہ شائع کرا رہی ہیں ناکافی ہے۔"

"میں نے تو الفاظ میں اس کی تصویر بنانے کی کوشش کی ہے۔" ڈیلیا موران نے آنسو خشک کرتے ہوئے کہا۔

"کوئی خاص تصویر نہیں بنتی، مسز موران! جوان، تندرست اور خوبصورت لوگوں کی یہاں کمی نہیں ہے۔"

بہر حال اسٹاف رپورٹر اسے بدقت سمجھا پایا تھا کہ کسی نمایاں پہچان کے بغیر سراغ ملنا مشکل ہے.... اور وہ کسی سوچ میں پڑ گئی تھی اور پھر عجیب سے تاثرات اُس کے چہرے پر نظر آنے لگے تھے۔ بالکل ایسا ہی لگتا تھا جیسے کسی خیال کے تحت جھینپ رہی ہو یا کچھ کہنا چاہتی ہو۔ زبان سے نہ نکل رہا ہو۔

"کوئی خصوصیت.... کوئی پہچان....؟" اسٹاف رپورٹر بولا۔

"ہے تو لیکن کیسے کہا جائے۔ مجھے شرم آتی ہے۔" اس نے ہچکچاہٹ کے ساتھ کہا اور اسٹاف رپورٹر، ایڈیٹر کی طرف دیکھ کر رہ گیا۔

"بڑی عجیب بات ہے، مسز موران۔" ایڈیٹر کے لہجے میں بھی حیرت تھی۔

"مجھے بھی عجیب لگتی ہے۔" وہ شرمندگی ظاہر کرتی ہوئی بولی۔ "لیکن کیا ہو سکتا ہے؟ بعض چہرے ایسے بھی ہوتے ہیں۔ قدرت سے کون لڑ سکتا ہے؟"

ایڈیٹر اور رپورٹر کی حیرت بڑھتی جا رہی تھی۔ بالآخر مسز موران نے کہا۔ "جب وہ خاموش ہوتا ہے تو بالکل بےوقوف معلوم ہوتا ہے۔ کبھی کبھی باتیں بھی بیوقوفی کی کرتا ہے۔"

"یعنی .... کہ...." رپورٹر کسی قدر ہچکچاہٹ کے ساتھ بولا۔ "آپ اُس کے حسن کی تعریف بھی کرتی ہیں اور وہ آپ کو صورت سے بےوقوف بھی لگتا ہے۔"

"یہی تو خاص بات ہے۔" وہ میز پر ہاتھ مار کر بولی۔ "مجھے اُس کی اسی خصوصیت نے متاثر کیا تھا اور میں اُس کے لئے پاگل ہو گئی تھی۔"

"گویا آپ اُسے حسین احمق کہہ سکتی ہیں۔" رپورٹر بولا۔

"بہت مناسب الفاظ ہیں۔" وہ سر ہلا کر بولی۔

"مسز موران! کیا آپ کو یقین ہے کہ اُس کا نام اولی موران ہی ہے؟"

"اُف فوہ۔!" وہ بےبسی سے بولی۔ "وہ میرا شوہر ہے۔ آخر مجھے اُس کے نام کے بارے میں غلط فہمی کیسے ہو سکتی ہے؟"

رپورٹر پھر ایڈیٹر کی طرف دیکھنے لگا اور اردو میں بولا۔ "کہیں یہ آپ کے اُن عدیم المثال

دوست کا قصہ نہ ہو۔"

"نہیں بھائی!" ایڈیٹر آہستہ سے بولا۔ "اول تو وہ شادی ہی نہیں کر سکتا تھا اور اگر کسی حادثے کے تحت ایسا ہو بھی جاتا تو چھوڑ کر کبھی نہ بھاگتا۔"

رپورٹر پھر مسز موران کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔ "میں دراصل یہ کہہ رہا تھا کہ بسا اوقات ہمارے نام آپ لوگوں کی زبان پر نہیں چڑھتے۔ یعنی آپ اُن کا صحیح تلفظ نہیں کر سکتے، لہٰذا کہیں یہ علی عمران تو نہیں ہے، جسے آپ اُولی موران بولتی ہیں۔"

"اوہ نہیں.... ٹھہرو! میں تمہیں اس کا نام لکھ کر بتاتی ہوں۔"

ایڈیٹر نے ایک سلپ اُس کی طرف کھسکا دی اور قلم بڑھاتا ہوا بولا۔ "دیکھئے شاید ہم آپ کی کچھ مدد کر سکیں۔"

اُس نے سلپ پر نام لکھا اور اُسے رپورٹر کی طرف کھسکاتی ہوئی بولی۔ "وہ اس طرح اپنا نام لکھتا ہے۔"

"یہ تو اولی موران ہی ہے۔" رپورٹر نے طویل سانس لے کر کہا۔ پھر ایڈیٹر کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "میں مطمئن نہیں ہوں۔ کیوں نہ ہم اسے مسٹر علی عمران کی تصویر دکھائیں۔ میرا خیال ہے کہ یہاں اُن کی ایک آدھ تصویر ضرور ہو گی۔"

"دیکھو، شاید ہو۔"

رپورٹر اٹھ گیا اور ایڈیٹر نے مسز موران سے کہا۔ "ہم ابھی آپ کو ایک تصویر دکھائیں گے، جو اس شہر کے حسین ترین احمق کی ہے۔ اُسکے علاوہ پورے شہر میں ویسا کوئی دوسرا چہرہ نہیں ملے گا۔"

"ضرور دکھاؤ۔" وہ مضطربانہ انداز میں بولی۔ "یقین کرو، میں اُس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکوں گی۔ اس تلاش کے دوران میں کئی بار میرا جی چاہا ہے کہ خودکشی کر لوں۔"

"وہ بڑا خوش قسمت ہے۔"

"نہیں، میں اسے اپنی خوش قسمتی سمجھتی ہوں کہ وہ میرا ہے.... لیکن یہ کیسے ہوا، میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اچانک اس طرح اس سے جدائی ہو جائے گی۔"

"اُسے غائب ہوئے کتنا عرصہ ہوا ہے؟"

"یہی کوئی تین ماہ پہلے کی بات ہے۔"

"اوہ، اچھا۔" ایڈیٹر نے پُر تفکر لہجے میں کہا۔ اُسکی آنکھوں سے غم انگیز نرمی جھانکنے لگی تھی۔

اتنے میں رپورٹر واپس آ گیا اور ایک تصویر، ڈیلیا موران کے سامنے رکھ دی۔

"اوہ، خدا کی پناہ! یہی تو ہے۔" وہ مسرت آمیز چیخ کے ساتھ بولی۔ پھر اس کا شانہ جھنجھوڑتے ہوئے کہنے لگی۔ "تمہارا بہت بہت شکریہ.... تم یہاں میرے سب سے اچھے دوست ہو۔"

"لیکن ان کا نام علی عمران تھا۔"

"اس کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ یہ میرا شوہر ہے، میری جان ہے۔ بھلا میں اسے پہچاننے سے غلطی کروں گی۔"

"لیکن انہوں نے اپنا نام اُولی موران بتایا تھا؟"

"بتایا ہوگا۔" وہ سر جھٹک کر بولی۔ "اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہو سکتا ہے کہ اُسے اپنا اصل نام پسند نہ ہو۔ بہتوں کو نہیں ہوتا۔ مجھے بھی اپنا نام ڈیلیا پسند نہیں ہے۔ سوچتی ہوں بدل کر ایمیلیا رکھ لوں۔ بہتیرے لوگ اسی بنا پر اپنا نام بھی بدل دیتے ہیں۔ یقین کرو یہ میرا موران ہی ہے۔"

"تو پھر آپ ہی اُسے یہ بُری خبر سنا دیجئے۔" رپورٹر نے ایڈیٹر سے اردو میں کہا۔

"نہیں بھائی! یہاں نہیں اس کی حالت دیکھ ہی رہے ہو۔" ایڈیٹر ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "پتا نہیں اُس خبر سے اُس کی کیا کیفیت ہو۔ یہاں آفس میں ہرگز نہیں۔"

"تو پھر کیا یہ لاعلم ہی رہے گی؟"

"ٹھہرو مجھے سوچنے دو۔"

"آخر تم لوگ کیا باتیں کر رہے ہو؟" ڈیلیا مضطربانہ انداز میں بولی۔ "مجھے اُس کے بارے میں بتاؤ.... خدارا جلدی کرو۔"

"ہم اس کے بارے میں کچھ زیادہ نہیں جانتے۔" ایڈیٹر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "بہتر ہوگا کہ تم اُس کے خاندان والوں سے پوچھ گچھ کرو۔"

"تو اُن ہی کا پتہ بتاؤ.... کیا وہ اسی شہر میں ہیں؟"

"غالباً یہیں ہیں۔ میں اُنکے بارے میں مکمل معلومات حاصل کر کے تمہیں مطلع کر دوں گا۔"

"لیکن کب....؟ اتنا سراغ مل جانے کے بعد سے میری حالت اور خراب ہو گئی ہے۔ خدا

کے لیے جلدی کرو

"کم از کم تین گھنٹے ضرور لگیں گے میں تمہیں فون پر مطلع کر دوں گا۔"

"اچھی بات ہے تو میں اپنے ہوٹل ہی میں ٹھہروں گی۔ باہر نہیں جاؤں گی۔"

"ٹھیک ہے.... میں جلد از جلد مطلع کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"کیا میں یہ تصویر لے لوں؟"

"ضرور ضرور.... شوق سے۔"

اُس نے تصویر کو ایک پُر شور بوسہ دے کر پرس میں رکھ لیا اور اٹھ گئی۔

اُس کے چلے جانے کے بعد رپورٹر بولا۔ "اگر یہ حقیقت ہے تو بہت بڑی ٹریجڈی ہے۔"

"ہے تو۔" ایڈیٹر ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اب مجھے رحمان صاحب کو فون کرنا پڑے گا۔"

"میں یہی سوچ رہا تھا کہ آپ نے پتا بتا کیوں نہیں دیا تھا۔" رپورٹر نے کہا۔

"میں نے اسے مناسب نہیں سمجھا تھا، پہلے رحمان صاحب کے علم میں لانا چاہئے۔" ایڈیٹر نے ریسیور اٹھایا اور نمبر ڈائیل کرنے لگا۔ پھر ماؤتھ پیس میں بولا۔ "کیا رحمان صاحب تشریف رکھتے ہیں.... آفس میں ہیں شکریہ۔"

رابطہ منقطع کر کے دوبارہ نمبر ڈائیل کئے اور ماؤتھ پیس میں بولا۔ "ٹو ڈائریکٹر جنرل پلیز!"

"یور آئیڈنٹی سر۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"ایڈیٹر آف پیپلز ڈیلی۔"

"ہولڈ آن پلیز!"

کچھ دیر بعد رحمان صاحب کی آواز سنائی دی۔

"میں صادق بول رہا ہوں جناب!"

"پیپلز ڈیلی کے ایڈیٹر؟"

"جی ہاں۔"

"کیا بات ہے؟"

ایڈیٹر، ڈیلیا موران کی کہانی دہرانے لگا۔ رحمان صاحب وقفے وقفے سے ہوں ہاں کرتے رہے اور بات کے اختتام پر نہایت پُر سکون لہجے میں بولے۔ "ہمیں اس شادی کا علم نہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ دو سال پہلے کی بات ہے۔"

"جی ہاں اُس کا بیان یہی ہے۔" ایڈیٹر نے کہا۔

"اور تین ماہ سے اُس نے اُسے نہیں دیکھا؟"

"جی ہاں وہ یہی کہتی ہے۔"

"گویا دو سال کے عرصے میں صرف پچھلے تین ماہ سے وہ اُس کے ساتھ نہیں رہا۔"

"جی ہاں...."

"لیکن اکیس ماہ تک وہ دونوں کہاں ساتھ رہے؟"

"یہ تو میں نے نہیں پوچھا۔"

"اور یہی پوچھنے کی بات تھی۔ تم کہتے ہو کہ وہ حال ہی میں نیوزی لینڈ سے آئی ہے۔ میں بھی اُس کے وہ اشتہارات دیکھتا رہا ہوں جو مختلف اخبارات میں چھپتے رہے ہیں بہر حال تم بھی جانتے ہو کہ دو ماہ قبل پیش آنے والے حادثے سے قبل بھی عمران اسی شہر میں رہا تھا۔ یہ درست ہے کہ دو سال قبل اُس نے کچھ وقت ملک سے باہر گزارا تھا.... لیکن تنہا ہی واپس آیا تھا۔"

"میں سب کچھ جانتا ہوں جناب!" ایڈیٹر نے کہا۔"اسی لئے میں نے اُسے آپ کا پتا بتانے سے پہلے یہ ضروری سمجھا کہ آپ کو آگاہ کر دوں۔"

"شکریہ لیکن اب کیا رکھا ہے ان باتوں میں۔" رحمان صاحب بھرائی ہوئی آواز میں بولے۔

"مجھے اس کا پتا بتاؤ.... میں خود دیکھوں گا۔"

"انٹرکون کے کمرہ نمبر تین سو گیارہ میں مقیم ہے۔"

"اور کوئی خاص بات؟"

"جی نہیں۔"

دوسری طرف سے رابطہ منقطع ہونے کی آواز سن کر اُس نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور اپنی پیشانی پر پھوٹ آنے والے قطرات کو رومال میں جذب کرنے لگا۔

"کیا بات ہے جناب؟" رپورٹر اُسے غور سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"کچھ نہیں۔ بڑا مشکل کام ہے۔ کسی باپ کو اکلوتے بیٹے کی موت کا قصہ دہرانے پر مجبور کرنا۔ لیکن انہیں بھی یقین نہیں ہے کہ عمران نے شادی کی ہو۔"

رپورٹر کچھ نہ بولا۔ ایڈیٹر کہتا رہا۔"انہوں نے یہ ضرور کہا تھا کہ دو سال پہلے عمران نے چند ماہ

ملک سے باہر گزارے تھے۔ لیکن تنہا ہی واپس آیا تھا اور پھر اس کے بعد سے یہیں، اسی شہر میں رہ رہا تھا۔ لہٰذا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اُس نے ڈیلیا کے ساتھ کہاں وقت گزارا؟"

"واقعی یہ بات تو ہے۔" رپورٹر سر ہلا کر بولا۔ "صرف دو ہفتے قبل وہ نیوزی لینڈ سے آئی ہے۔ تین ماہ پہلے دونوں میں جدائی ہوئی اور یہاں کشتی اُلٹنے کا واقعہ شاید دو ماہ گزرے پیش آیا تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد نہیں کہ کیا ہوا تھا؟"

"عمران اور اُس کا نیگرو ملازم ایک موٹر بوٹ میں سفر کر رہے تھے.... اور وہ موٹر بوٹ غرق ہو گئی تھی۔ نیوی والوں نے موٹر بوٹ تو سمندر کی تہہ میں تلاش کر لی تھی لیکن اُن دونوں کی لاشیں نہیں مل سکی تھیں۔"

رپورٹر نے پر تشویش انداز میں سر کو جنبش دی اور تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "کچھ بھی ہو یہ لڑکی مسٹر رحمان کے لئے دردِ سر بن سکتی ہے۔"

"میں یہی سوچ رہا تھا۔ تم نے اسے تصویر دکھانے میں جلد بازی سے کام...."

"بات دراصل یہ ہے جناب! مجھے ابھی تک مسٹر عمران کی موت پر یقین نہیں آیا۔"

سائیکو مینشن میں بھونچال سا آ گیا تھا۔ ایکسٹو کی ٹیم کے فیلڈ ورکرز آج کے اخبارات پر ٹوٹے پڑ رہے تھے.... صرف صفدر اور جولیا اُن میں نہیں تھے۔ صفدر اپنے کمرے میں خاموش بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا اور دوسری طرف جولیا اس فکر میں تھی کہ اس مسئلے پر صفدر کے علاوہ اور کسی سے بھی کوئی گفتگو نہ کرے۔ دوسری صورت میں اُسے بھانت بھانت کی بولیاں سننی پڑتیں۔ لہٰذا اُس نے صفدر کے کمرے کی راہ لی۔

دروازے پر ہلکی سی دستک سن کر صفدر چونک پڑا اور بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "کم ان۔"

جولیا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی اور صفدر اٹھتا ہوا بولا۔ "میں سوچ رہا تھا کہ تم ادھر ہی آؤ گی۔"

"تو تم بھی اس الجھن میں ہو؟" جولیا نے کہا۔

"ہم سب اسی الجھن میں ہیں۔ لیکن اندازِ فکر میں فرق ہے۔" صفدر طویل سانس لے کر بولا۔

"آخر یہ قصہ کیا ہے۔ پہلے وہ صرف حلیہ شائع کراتی رہی تھی۔ آج اچانک تصویر کے ساتھ

حلئے میں مزید تفصیلات کا اضافہ ہو گیا ہے۔ یہ آخر ہے کون اور چاہتی کیا ہے؟"

"فی الحال اسے اپنے گمشدہ شوہر کی تلاش ہے۔"

"میں اسے تسلیم نہیں کر سکتی۔"

"کوئی بھی تسلیم نہیں کرے گا۔ کیونکہ مسٹر عمران پچھلے ایک سال سے ہماری آنکھوں کے سامنے رہے ہیں۔"

"اس کے باوجود بھی میں یقین نہیں کر سکتی۔"

"لیکن اب کیا ہو سکتا ہے۔ وہ تو ہم سے بچھڑ ہی چکے ہیں۔"

"یہ مت کہو۔" جولیا تیز لہجے میں بولی۔ "مجھے اس پر بھی یقین نہیں ہے وہ اس طرح نہیں مر سکتا.... اُس نے سمندر میں غرق ہو جانے کا ڈھونگ رچایا ہو گا۔ کیا تمہیں یاد نہیں کہ تیسری پارٹی کے بارے میں اُس نے زیرو لینڈ کا نام لیا تھا؟"

"دو ماہ پہلے کی بات ہے۔ روپوشی کا وقفہ اتنا طویل نہیں ہو سکتا۔"

"میں تمہارے پاس اس لئے نہیں آئی تھی کہ ایسی باتیں سنوں۔"

"مجھے افسوس ہے۔" صفدر طویل سانس لے کر رہ گیا۔ پھر بولا "حقیقت تو یہ ہے کہ مجھے بھی یقین نہیں ہے۔"

"ویسے یہ عورت مسٹر رحمان کے لئے دشواری کا باعث بن سکتی ہے۔"

"تمہارا خیال درست ہے۔ کیا اس سلسلے میں تمہیں ایکس ٹو سے کوئی ہدایت ملی ہے؟"

"نہیں.... قریباً ایک ہفتے سے مجھے اُس کا کوئی پیغام نہیں ملا۔"

"مجھے تو اس کی خاموشی پر حیرت ہے۔" جولیا نے کہا۔

"ہو سکتا ہے ابھی تک آج کا کوئی اخبار اُس کی نظر سے نہ گزرا ہو۔"

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی اور صفدر نے ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف سے آپریٹر کی آواز آئی۔

"کیا مس جولیانا آپ کے کمرے میں ہیں؟"

"ہاں....!"

"ذرا ریسیور انہیں دیجئے۔"

صفدر نے ریسیور جولیا کی طرف بڑھا دیا۔

"ہیلو۔" جولیا نے ریسیور تھامتے ہوئے کہا۔ "اِٹ از جولیا۔"

"آپ کے لئے ایک کوڈڈ پیغام ہے مس جولیانا۔"

"ایک منٹ ٹھہرو۔" کہہ کر جولیا نے پنسل اٹھائی اور لیٹر پیڈ اپنی طرف سرکاتی ہوئی بولی۔ "پلیز گو آن۔"

پھر پنسل تیزی سے پیڈ پر چلتی رہی تھی۔ پیغام لکھ لینے کے بعد اُسے ڈی کوڈ کرنے بیٹھ گئی۔ صفدر خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا۔ پیغام ڈی کوڈ کر لینے کے بعد وہ صفدر کی طرف مڑ کر بولی۔ "ایکسٹو کا پیغام ہے۔ کہتا ہے کہ ڈیلیا موران کا اشتہار تم دیکھ چکی ہو گی کچھ دیر پہلے مسٹر رحمان اُسے انٹر کون سے اپنے گھر لے گئے ہیں۔ اس عورت کو چیک کرو۔ براہِ راست مسٹر رحمان کے گھر جاؤ اور اُس سے پوچھ گچھ کرو۔ صفدر تمہیں کور کرے گا اور دیکھے گا کہ تمہارے وہاں جانے کے بعد سے کوئی تمہاری نگرانی تو نہیں کرتا۔"

"کوئی چکر ضرور ہے۔" صفدر سر ہلا کر بولا۔

"لیکن سوال تو یہ ہے کہ میں کس حیثیت سے اُس سے پوچھ گچھ کروں گی؟"

"عمران صاحب کی گرل فرینڈ کی حیثیت سے۔ اُن کے خاندان والے عرصے سے تمہیں اسی حیثیت سے جانتے ہیں۔ تمہارے لئے بہترین موقع ہے۔ تم اس سے کہہ سکو گی کہ مسٹر عمران پچھلے ایک سال سے ہمہ وقت تمہارے ساتھ رہے تھے۔ آخر اس سے اُن کی جدائی تین ماہ پہلے کہاں ہوئی تھی؟"

"ٹھیک ہے.... اور تم مجھے کور کرو گے۔"

"بے فکر رہو۔"

"چیف کو تم پر بھی بہت اعتماد ہے۔"

"چیف کا بہت بہت شکریہ۔" صفدر بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"تو پھر اس کام کا آغاز کس طرح کیا جائے؟"

"میری دانست میں وہی وقت مناسب ہو گا جب رحمان صاحب بھی گھر پر موجود ہوں۔" صفدر نے کہا۔

جولیا کچھ کہنے ہی والی تھی کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔

"کم ان۔" صفدر نے اونچی آواز میں کہا۔

دروازہ کھلا اور تنویر سامنے کھڑا نظر آیا۔

"آؤ.... آؤ۔" صفدر اٹھتا ہوا بولا.... اور تنویر لنگڑاتا ہوا اندر آگیا۔ ایک حادثے میں زخمی ہو جانے کے بعد سے اُسے فیلڈ ورک سے ہٹا کر دفتر میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ جولیا نے بڑی شائستگی سے اس کی خیریت دریافت کی۔

"بس زندہ ہوں۔" وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "تم اپنی سناؤ۔"

"سب ٹھیک ہے۔"

"تم نے وہ اشتہار دیکھا ہوگا؟" تنویر نے صفدر سے سوال کیا۔

"ہاں، دیکھا تو ہے۔"

"بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی؟"

"حالانکہ بات بالکل صاف ہے۔" جولیا نے خشک لہجے میں کہا۔

"میں نہیں سمجھا۔" تنویر بولا۔

"باؤل دے سوف والی پینٹنگ کے حصول کے لئے مجھے مسز شیمر ان بننا پڑا تھا۔ اسی طرح کا کوئی چکر ہوگا۔"

"لیکن عمران تو مر چکا ہے۔"

"کیا ثبوت ہے تمہارے پاس؟" جولیا آپے سے باہر ہو گئی۔

"غرق شدہ کشتی نیوی والوں نے نکالی تھی اور بڑی مچھلیاں ہڈیاں تک ہضم کر لیتی ہیں۔"

"محض قیاس ہے۔"

"اور تمہاری بھی محض خوش فہمی ہی ہو سکتی ہے۔"

"ان باتوں میں کیا رکھا ہے؟" صفدر نے دخل اندازی کی۔

"میں تو صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ ناقابل اعتماد تھا۔"

"اسی لئے ایکس ٹو اُس پر اعتماد کرتا ہے۔" جولیا نے جلے کٹے لہجے میں کہا۔

"وہ اور بات ہے۔"

"میں کہتی ہوں تمہیں ان باتوں سے کیا سروکار؟"

"مجھے تو اُس بے چاری ڈیلیا موران پر ترس آرہا ہے۔ خواہ مخواہ بیوقوف بن گئی۔"

جولیا اٹھ گئی۔ صفدر نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "بیٹھو بیٹھو.... تنویر پلیز! ان باتوں میں کیا رکھا ہے؟"

تنویر کچھ نہ بولا اور جولیا نے صفدر سے کہا۔ "جب چلنا ہو مجھے مطلع کر دینا۔" وہ چلی گئی۔

"اگر تم عمران کو مردہ سمجھتے ہو تب بھی تمہیں ایسی باتوں سے احتراز کرنا چاہئے۔" صفدر نے تنویر سے کہا۔

"کیوں کس لئے؟"

"کمال کرتے ہو۔ چلو تسلیم! وہ اب اس دنیا میں نہیں لیکن ہم تو ابھی زندہ ہیں۔"

"میری حالت دیکھ رہے ہو۔" تنویر تلخ سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ "اور یہ بھی جانتے ہو کہ کس کی بدولت اس حال کو پہنچا تھا؟"

"چیف کی ہدایت کے مطابق سب کچھ ہوتا رہا ہے۔ یہی حشر خود عمران کا بھی ہو سکتا تھا۔"

"طریق کار کا تعین خود عمران کرتا تھا۔"

"چیف کے دیئے ہوئے اختیارات کے تحت۔"

"کچھ بھی ہو۔ میری ٹوٹ پھوٹ کے ذمہ داری عمران ہی پر تھی۔"

"اور بقول تمہارے وہ خود بھی اپنے طریق کار کا شکار ہو گیا۔ یعنی تمہیں وہ تسکین مل گئی جو صرف بدلہ لینے سے حاصل ہو سکتی تھی۔"

"تم غلط سمجھے ہو۔ میں اتنا درندہ بھی نہیں ہوں۔"

"پھر کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"میں جولیا کا دھیان بٹانا چاہتا ہوں۔ خواہ مخواہ اُس کے لئے جی کو روگ لگا بیٹھی ہے۔ جس کی واپسی اب ممکن نہیں۔"

"میں اس کا مناسب جواب دے سکتا ہوں لیکن اپنی زبان بند ہی رکھوں گا۔"

"نہیں کہہ ڈالو۔"

"آدمیت کی سطح سے نہیں گرنا چاہتا۔"

فون کی گھنٹی بجی اور صفدر نے ریسیور اٹھالیا۔ دوسری طرف سے ایکس ٹو کی آواز آئی۔

"فی الحال اُس کوڈڈ پیغام پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں۔"

"بہت بہتر جناب!"

"جولیا کو مطلع کردو لیکن تمہارے لئے دوسرا کام ہے۔"

"فرمایئے جناب؟"

"تمہیں رحبان کی سرحدی چوکی پر پہنچنا ہے، میک اپ میں جاؤ گے۔ یعنی اپنی فوجی وردی میں۔"

"کب روانہ ہونا ہے؟"

"جتنی جلد ممکن ہو۔"

"ایک گھنٹے میں تیار ہو جاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے اور وہیں پہنچ کر کام کی نوعیت معلوم ہوگی۔"

"بہت بہتر جناب!"

"ویٹس آل۔" اسکے ساتھ ہی سلسلہ منقطع ہونیکی آواز آئی اور صفدر نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

"کیا قصہ ہے؟ کون تھا؟" تنویر نے پوچھا۔

"اب تم فیلڈ ورکر نہیں ہو۔"

"اچھا اچھا۔" تنویر جھینپ کر بولا۔ "میں نے یونہی پوچھ لیا تھا۔"

صفدر کچھ نہ بولا۔ فون پر ایک ہندسہ ڈائل کر کے آپریٹر سے کہا۔ "پٹ می آن ٹوفٹنر واٹر۔"

"وہ آپریشن روم ہی میں موجود ہیں۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

تھوڑی دیر بعد اُس نے جولیا کی آواز سنی اور بولا۔ "چیف نے کوڈڈ پیغام کے مطابق عمل کرنے سے فی الحال روک دیا ہے۔ مناسب وقت پر تمہیں اس کے لئے دوبارہ ہدایت ملے گی۔"

"کیا وہ بیہودہ اب بھی تمہارے کمرے میں موجود ہے؟" جولیا نے پوچھا۔

"ہاں" صفدر نے جواب دیا۔

"جہنم میں جائے۔" کہہ کر دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

ڈیلیا موران، رحمان صاحب کی کوٹھی میں پہنچ گئی تھی.... اور رحمان صاحب ہی کی ہدایت کے مطابق کسی نے بھی اُس کے بیان کو جھٹلانے کی کوشش نہیں کی تھی۔

سب اس سے اسی طرح ملے تھے جیسے وہ اُسی خاندان کی ایک فرد ہو اور ڈیلیا کا یہ عالم تھا کہ کسی وقت بھی عمران کے ذکر سے غافل نہیں رہتی تھی۔ لاکھ کوشش کی گئی تھی کہ وہ کوئی دوسری بات کرے لیکن اس میں کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ بس عمران کے ساتھ گزارے ہوئے وقت کا ذکر تھا اور وہ تھی۔

عمران کی دونوں عم زاد ہمہ وقت اُس کے ساتھ رہتیں اور کڑھتی رہتیں۔ دراصل انہیں اس بات پر الجھن تھی کہ رحمان صاحب اُس سے الجھے کیوں نہیں تھے۔ اُسے جھوٹی ثابت کرنے کی کوشش کیوں نہیں کی تھی۔

آج رحمان صاحب آفس نہیں گئے تھے۔ لیکن اپنی خواب گاہ ہی تک محدود ہو کر رہ گئے تھے۔ عمران کا غم ایک بار پھر تازہ ہو گیا تھا لیکن وہ بالکل خاموش تھے۔ پہلے بھی کسی نے اُن کی زبان سے کچھ نہیں سنا تھا۔ دل پر جو بھی گزری ہو۔ اس وقت وہ شاید اُس عورت کے بارے میں سوچ رہے تھے جو عمران کی بیوہ کی حیثیت سے نمودار ہوئی تھی۔

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی اور انہوں نے چونک کر ریسیور اٹھالیا۔ دوسری طرف سے سر سلطان کی آواز آئی۔ ”بھئی یہ کیا قصہ ہے؟“

”بس اتنا ہی کہ اُس اشتہار میں عمران کی تصویر کا اضافہ ہو گیا ہے۔“ رحمان صاحب بولے۔

”اور تم نے مزید پوچھ گچھ نہیں کی۔“

”ابھی تو نہیں کی۔ بہرحال اُس کا دعویٰ مضحکہ خیز ہے۔ میں اس لئے اُسے یہاں لے آیا تھا کہ اخبارات کے رپورٹروں کی یلغار سے بچی رہے۔“

”تم نے اچھا ہی کیا۔ خواہ مخواہ کچھ اور اسکینڈل بنتے۔“ سر سلطان نے کہا اور پھر پوچھا۔ ”خیر.... کیا تم اس وقت آفیسرز کلب تک آسکتے ہو۔ میں یہیں ہوں۔ بے حد ضروری باتیں کرنی ہیں۔“

”آفیسرز کلب میں تم اس وقت کیا کر رہے ہو؟“

”بس آجاؤ.... یہیں باتیں ہوں گی۔“

”اچھا میں آرہا ہوں۔“ انہوں نے کہا اور رابطہ منقطع ہونے کی آواز سن کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا.... اور پھر دس منٹ کے اندر ہی اندر گاڑی نکلوائی تھی اور آفیسرز کلب کی طرف روانہ

ہو گئے تھے۔

سر سلطان سے پورچ والے برآمدے ہی میں ملاقات ہو گئی۔ شاید وہ اُن ہی کے انتظار میں وہاں ٹہل رہے تھے۔ مضطربانہ انداز میں مصافحہ کیا اور کلب ہی کے ایک الگ تھلگ کمرے میں لے گئے۔

"مم.... میں تمہیں ایک خوشخبری سناؤں گا۔" انہوں نے کہا اور رحمان صاحب حیرت سے انہیں دیکھنے لگے۔

"بیٹھ جاؤ.... بیٹھ جاؤ۔ ہم یہاں اطمینان سے گفتگو کریں گے۔" سر سلطان بولے۔

"تم اتنے بدحواس کیوں نظر آرہے ہو؟" رحمان صاحب نے حیرت سے پوچھا۔

"ابھی بتاتا ہوں۔ سن کر تم بھی اتنے پرسکون نہیں نظر آؤ گے۔"

"اوہ.... تو کچھ بولو گے بھی۔"

"عمران زندہ ہے۔"

رحمان صاحب ایک ٹک انہیں دیکھتے رہے۔

"یقین کرو.... میں غلط نہیں کہہ رہا۔"

"آخر کس بناء پر یقین کرلوں؟"

"پندرہ دن پہلے کی بات ہے۔ وہ نیویارک میں موجود تھا۔"

"تت.... تو.... یہ عورت.... ڈیلیا۔"

"اسے جہنم میں جھونکو.... پوری بات سنو۔ مجھے یہ اطلاع مخالف کیمپ سے ملی ہے۔ خاص طور پر مجھے مطلع کیا گیا ہے۔"

رحمان صاحب کا اضطراب بڑھ گیا۔

"مریخ والے چکر سے اس کا بھی تعلق ہے۔ مریخ پر پہنچنے والے صرف وہی چار نہیں تھے۔ عمران بھی تھا اور اُس کے ساتھ ہی جوزف بھی۔"

"میں یقین نہیں کر سکتا۔"

"اگر مخالف کیمپ کی طرف سے یہ خبر نہ آئی ہوتی تو میں بھی یقین نہ کرتا۔ زمین پر آنے کے بعد عمرانِ سیکورٹی فورس کے قبضے میں تھا لیکن وہ اُن کا گھیرا توڑ کر فرار ہو جانے میں کامیاب

ہو گیا.... یہ اطلاع بھی مخالف کیمپ ہی سے آئی ہے۔"

"تب تو بہت بڑے خطرے سے دوچار ہے۔" رحمان صاحب طویل سانس لے کر بولے۔

"اب میں سمجھ گیا کہ یہ عورت کیا چیز ہو سکتی ہے۔"

"بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ دراصل وہاں کی سکیوریٹی عمران سے متعلق کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتی تھی۔"

"ظاہر ہے کہ دوسرے کیمپ کو بھی ان معلومات سے دلچسپی ہو گی۔"

"میں یہی کہنا چاہتا تھا کہ وہ اس وقت دونوں کیمپوں کے نرغے میں ہیں۔"

"لیکن ہیں کہاں؟"

"وہ وہاں سے تو فرار ہو گیا ہے۔ جوزف کے علاوہ ایک آدمی اور بھی اُس کے ساتھ ہے۔"

"وہ کون ہے؟"

"اُس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔"

"وہ چاروں ہی مریخ تک گئے تھے اور اگر عمران بھی ان میں شامل تھا تو وہ صرف عمران سے کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں.... اور میری دانست میں دونوں ہی کیمپ اسی چکر میں ہیں، ورنہ دوسرا کیمپ تمہیں اُس کے بارے میں معلومات کیوں فراہم کرتا؟"

"میں بھی یہی سوچتا رہا ہوں۔"

"تو پھر اب ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ دونوں ہی کیمپوں کے ایجنٹ حرکت میں آ گئے ہوں گے۔"

رحمان صاحب نے پُر تشویش لہجے میں کہا۔ "ہمارے وسائل محدود ہیں۔"

"لیکن تمہارا بیٹا پتھر کا جگر لے کر پیدا ہوا ہے۔"

رحمان صاحب کچھ نہ بولے۔ البتہ انہوں نے دوسری طرف منہ پھیر لیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اپنی آنکھوں سے کسی جذبے کا اظہار نہ ہونے دینا چاہتے ہوں۔

"اور اب اس نکتہ نظر سے ڈیلیا موران کو دیکھو۔" سر سلطان نے کہا۔ "وہ کسی کیمپ کی ایجنٹ ہی ہو سکتی ہے۔"

"اور تنہا بھی نہ ہو گی۔" رحمان صاحب بولے۔

لہٰذا میرا مشورہ ہے کہ خاموشی سے اس کی دلدہی کرتے رہو اور اس کے سلسلے میں مزید پوچھ

کچھ بیکار ہے۔"

"میں نے ابھی تک اُس سے کوئی ایسا سوال نہیں کیا جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ مجھے اُس پر شبہ ہے۔"

"تم نے بہت اچھا کیا اور عمران سے متعلق اس خبر کو صرف اپنی ہی ذات تک محدود رکھنا۔"

رحمان صاحب کچھ نہ بولے۔ اُن کے چہرے سے گہری تشویش ظاہر ہو رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے پوچھا۔ "دوسرے کیمپ کا آدمی یہاں کے کس ادارے سے تعلق رکھتا ہے؟"

"اپنے سفیر کا پریس اتاشی ہے۔"

"اوہ، رومونوف....؟"

"ہاں وہی۔!"

"ٹھیک ہے، میں محتاط رہوں گا۔ لیکن عمران اب کہاں ہے؟"

"کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ لیکن یہ یقینی ہے کہ وہ اُن کا گھیرا توڑ کر نکل گیا تھا۔"

"تو پھر یہ معلوم کرنے کی کوشش کی جائے کہ وہ ہے کہاں؟"

"ہرگز نہیں۔" سر سلطان نے سر کو منفی جنبش دیتے ہوئے کہا۔ "اس طرح شاید ہم اُن کی رہنمائی کر بیٹھیں جو اُس کی تلاش میں ہیں۔"

"لیکن، سلطان! یہ تو معلوم ہی ہونا چاہئے کہ انہیں اُس کی تلاش کیوں ہے۔"

"کیپ کینیڈی کی برف باری کی خبر وہ مریخ ہی سے تو لائے تھے۔"

"مریخ والی بکواس میرے حلق سے نہیں اُترتی۔"

سر سلطان کچھ نہ بولے۔ اُن کی آنکھوں سے بھی گہری فکر مندی کا اظہار ہو رہا تھا۔

"اگر یہ زیرو لینڈ والوں کا قصہ ہے تو...." رحمان صاحب کچھ کہتے کہتے رک گئے۔

"تو کیا....؟" سر سلطان نے چونک کر کہا۔

"یہ مریخ والی کہانی محض بکواس بھی ہو سکتی ہے۔ بہر حال فرض کرو وہ کسی ایسی جگہ لے جائے گئے تھے جو اُن کے لئے نئی ہو اور انہیں یہ باور کرایا گیا ہو کہ وہ مریخ پر لائے گئے ہیں اور عمران کو بھی اُن کے ساتھ ہی لے جایا گیا تھا تو اب وہ صرف عمران سے کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں.... اور اُسے کیوں گھیر رہے ہیں؟"

"ہو سکتا ہے عمران کو اُن کے ساتھ نہ لے جایا گیا ہو، بلکہ عمران پہلے ہی سے وہاں مقیم ہو، اور اُس کی واپسی بھی اُن کے ساتھ نہ ہوئی ہو.... تو پھر ایسی صورت میں کیا وہ اُس سے اپنے طور پر پوچھ گچھ نہ کرنا چاہیں گے؟"

"ہاں، یہی ہو سکتا ہے۔" رحمان صاحب کچھ سوچتے ہوئے بولے۔ "لیکن جب عمران غائب ہوا ہے اس وقت یہاں "باؤل دے سوف" کا قصہ چل رہا تھا۔"

"اسی لئے اس کا امکان ہے کہ عمران زیرو لینڈ والوں کے ہتھے چڑھ گیا ہو۔" سر سلطان نے کہا۔ "خود اُس نے کسی تیسری پارٹی کا ذکر کر کے زیرو لینڈ کا حوالہ دیا تھا۔ وہ پارٹی اُس سے باؤل دے سوف کے کیمرہ فوٹو کے نگیٹو طلب کر رہی تھی۔"

"کیا ایسے کسی نگیٹو کا وجود ہے؟"

"خدا جانے۔"

"میرے لئے یہ بچپن ہی سے دردِ سر بنا رہا ہے۔" رحمان صاحب جھنجھلا کر بولے۔

"پھر پٹڑی بدلنے کی کوشش کر رہے ہو۔" سر سلطان نے عجیب سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔"

"فکر مت کرو۔ انشاء اللہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔" سر سلطان بولے۔

"اتنا تو معلوم ہی ہونا چاہئے کہ ڈیلیا کے ساتھ اور کون کون ہے۔"

"ٹھیک ہے، اپنے طور پر اس سلسلے میں کچھ کرو۔"

"لیکن میں اس معاملے میں اپنے محکمے سے کوئی مدد نہیں لینا چاہتا۔"

"اچھی بات ہے، میں دیکھوں گا۔" سر سلطان بولے۔

"تمہیں ہی دیکھنا بھی چاہئے۔ کیونکہ وہ تمہارے ہی لئے کام کرتا تھا۔ ورنہ اُسے ان معاملات سے کیا سروکار ہوتا؟"

"اس پرانے قصے کو مت چھیڑو۔"

"میں کچھ کہہ تو نہیں رہا۔ وہ اپنی مرضی کا مالک ہے۔"

"ضروری نہیں ہے کہ ہم اپنے بچوں کو جو کچھ بنانا چاہیں وہ بن ہی جائیں۔"

"ہاں، اب یہی ہوتا ہے۔"

"سب کے ساتھ نہیں ہوتا۔"

"چھوڑو، اس قصے کو، بہر حال، باؤل دے سوف والی پینٹنگ تمہارے ہاتھ نہ لگ سکی۔"

"عمران کے بیان کے مطابق تیسری پارٹی نے اُسے الاؤ میں جھونک کر جلا ڈالا تھا اور پھر عمران سے اُس کے کیمرہ فوٹو بھی چھن گئے تھے۔"

"اچھی بات ہے۔ تو پھر میں چلوں۔" رحمان صاحب اٹھتے ہوئے بولے۔

صفدر کی گاڑی شہر کی حدود سے باہر نکلی ہی تھی کہ ٹرانس میٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ اُس نے ریسیور کا سوئچ آن کرتے ہوئے گاڑی کی رفتار کم کر دی۔ ٹرانس میٹر پر اُسی کی کال ہو رہی تھی اور آواز ایکس ٹو کی تھی۔

"یس سر! اِٹ از صفدر۔"

"شاہ دارا کی سائین پوسٹ پر تمہیں رکنا ہے۔ وہاں تمہیں کچھ سامان ملے گا جسے تم اپنے ساتھ لے جاؤ گے۔" ایکس ٹو اپنی مخصوص آواز میں کہہ رہا تھا۔ "رحبان کی چوکی سے ڈھائی میل ادھر ہی جو موٹیل ہے، تم وہاں قیام کرو گے اور پھر وہیں تمہیں معلوم ہوگا کہ اس کے بعد کیا کرنا ہے.... ہیلو.... تم سن رہے ہو؟"

"میں سن رہا ہوں جناب....!"

"شاہ دارا کی سائین پوسٹ سے کتنے فاصلے پر ہو؟"

"تیسرے میل پر سائین پوسٹ آئے گی۔"

"ٹھیک ہے۔ رفتار کچھ تیز کرو.... اوور اینڈ آل۔"

صفدر نے طویل سانس لے کر سوئچ آف کر دیا اور گاڑی کی رفتار بڑھا دی.... دس منٹ کے اندر ہی اندر وہ اُس سائین پوسٹ کے قریب تھا۔ جہاں رکنے کی ہدایت ایکس ٹو سے ملی تھی۔

اُس نے گاڑی سڑک سے نیچے اُتار کر روک دی اور جیب سے سگریٹ کا پیکٹ ٹٹولنے لگا۔

سگریٹ سلگا کر سیٹ کی پشت گاہ سے ٹک گیا اور گھڑی پر نظر ڈالی۔ پانچ بج کر پندرہ منٹ ہوئے تھے۔ وہ چاہتا تھا کہ اندھیرا پھیلنے سے پہلے ہی اس موٹیل تک پہنچ جائے جس کا حوالہ ایکس ٹو نے دیا تھا۔

وہ سگریٹ کے ہلکے ہلکے کش لیتا رہا۔ چائے کی طلب بھی محسوس ہو رہی تھی۔ روانگی کے وقت اُسے دھیان نہیں آیا تھا کہ تھرموس میں چائے بھی لے لیتا۔

تھوڑی دیر بعد ایک گاڑی بائیں جانب سے آئی تھی اور سڑک کی دوسری جانب اُتر کر رک گئی تھی۔ صفدر نے سر گھما کر اس کی طرف دیکھا لیکن سیٹ ہی پر بیٹھا رہا۔

اس گاڑی سے ایک دراز قد آدمی نے اُتر کر سڑک پار کی اور اُس کے قریب آکر کھڑا ہو گیا۔

''مسٹر صفدر....؟'' اس نے آہستہ سے پوچھا۔

''یس پلیز۔!''

''اپنی گاڑی کی ڈکے اٹھائیے کچھ سامان ہے۔''

صفدر گاڑی سے اُتر کر ڈکے کھولنے لگا اور اجنبی پھر سڑک پار کر کے اپنی گاڑی کی طرف چلا گیا تھا۔ وہ بھی اپنی گاڑی کی ڈکے اٹھا رہا تھا۔

پھر اس نے دو سوٹ کیس نکالے اور انہیں اٹھائے ہوئے صفدر کی گاڑی کی طرف پلٹ آیا۔ پھر خود ہی وہ دونوں سوٹ کیس ڈکے میں رکھ دیئے تھے۔ صفدر نے ڈکے بند کی اور مڑ کر اسے دیکھنے لگا۔ وہ اپنی گاڑی میں جا بیٹھا تھا اور انجن اسٹارٹ کر رہا تھا۔

صفدر بھی خاموشی سے ڈرائیونگ سیٹ پر آبیٹھا۔ سگریٹ پھینک کر چابی اگنیشن میں لگائی۔ دوسری گاڑی نے کچھ دور جا کر یوٹرن لیا اور اسی طرف چلی گئی جدھر سے آئی تھی۔ صفدر نے انجن اسٹارٹ کر کے اپنی گاڑی آگے بڑھا دی۔

موٹیل تک پہنچتے پہنچتے اندھیرا پھیل گیا تھا۔ یہ موٹیل زیادہ تر آباد ہی رہتا تھا۔ کیوں کہ یہ شکار کا علاقہ تھا اور شکاریوں کی ٹولیاں ادھر آتی رہتی تھیں۔ ان میں شکار کے شوقین، غیر ملکی سیاح بھی ہوتے تھے۔ یہاں انہیں قیام و طعام کی سہولتیں حاصل ہوتی تھیں اور وہ کئی کئی دنوں تک یہاں مقیم رہتے تھے۔

موٹیل کے چاروں اطراف سے جنگلوں کے سلسلے دور دور تک پھیلے ہوئے تھے اور موٹیل کے قریب ہی ایک چھوٹی سی دیہی آبادی بھی تھی جہاں زیادہ تر شکار کھلانے والے اور ماہی گیر آباد تھے۔ ماہی گیری اُس جھیل میں ہوتی تھی، جو موٹیل کے مشرق میں میلوں تک پھیلی ہوئی تھی۔

صفدر کی گاڑی کے پیچھے دو اور گاڑیاں بھی موٹیل کے کمپاؤنڈ میں داخل ہوئیں۔ اُن سے

اُترنے والے کچھ غیر ملکی تھے اور کچھ مقامی۔ ایک پورٹر صفدر کی گاڑی کے قریب بھی آکھڑا ہوا۔

"مجھے قیام کرنا ہے۔" صفدر نے اُس سے کہا۔

"بہت بہتر جناب۔"

صفدر نے اُتر کر پہلے گاڑی لاک کی پھر ڈکے کھول کر دونوں سوٹ کیس نکلوائے اور اپنا اٹیچی کیس خود سنبھال کر عمارت کی طرف چل پڑا۔ پورٹر دونوں سوٹ کیس اٹھائے اُس کے پیچھے چل رہا تھا۔ صفدر سوچ رہا تھا کہ آخر اُسے کب تک وہاں قیام کرنا پڑے گا؟ اور بقیہ ہدایات کس سے اور کب ملیں گی؟

بہر حال اُسے موٹیل میں کمرہ تو مل گیا تھا.... اور پورٹر دونوں سوٹ کیس کمرے میں چھوڑ کر واپس جا چکا تھا۔ صفدر آرام کرسی پر نیم دراز ہو کر سگریٹ سلگانے لگا۔ یہاں کسی قدر خنکی تھی اور یہ خنکی ناگوار بھی نہیں گزر رہی تھی۔

پورٹر نے جاتے وقت اس سے پوچھا تھا کہ وہ کھانا کمرے میں طلب کرے گا....! یا ڈائننگ ہال میں کھائے گا۔

"تھوڑی دیر بعد کاؤنٹر پر آکر بتادوں گا۔" صفدر نے اُسے جواب دیا تھا۔ لیکن اب سوچ رہا تھا کہ کم از کم چائے ہی کمرے میں طلب کر لیتا، کیونکہ ذرا دیر آرام کرسی پر ٹک جانے سے گویا تھکن جاگ اٹھی تھی۔ ایک بار پھر سوچنے لگا کہ پتا نہیں کب تک یہاں قیام کرنا پڑے۔ ایکس ٹو کی ہدایت کے مطابق میک اپ میں تھا اور فوجی وردی پہن رکھی تھی۔ صرف ایک ایوننگ سوٹ ساتھ لایا تھا۔ بس وہ بھی اٹیچی میں یوں ہی رکھ لیا تھا۔ دفعتاً وہ چونک کر دونوں سوٹ کیسوں کو گھورنے لگا، جو راستے میں ایک اجنبی سے ملے تھے.... آخر ان میں کیا ہے؟.... بس سوچتا ہی رہا لیکن انہیں کھول نہیں سکتا تھا کیونکہ ایکس ٹو کی طرف سے ایسی کوئی ہدایت نہیں ملی تھی۔ طویل سانس لے کر وہ اٹھ گیا اٹیچی کیس سے ایوننگ سوٹ اور قمیض نکال کر باتھ روم میں چلا گیا۔ لباس تبدیل کرنے میں دس منٹ سے زیادہ نہیں صرف ہوئے تھے۔

اس کے بعد وہ کمرہ بند کر کے ڈائننگ ہال میں آیا۔ مائیکروفون سے ہلکی ہلکی موسیقی نشر ہو رہی تھی۔ کچھ میزیں آباد بھی ہو گئی تھیں۔ صفدر نے اُن پر اچٹتی سی نظر ڈالی اور کاؤنٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

"یس سر" کاؤنٹر کلرک اُس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"کچھ نہیں، بس یوں ہی.... میرے ساتھی ابھی نہیں پہنچے۔ میں تنہا ہوں۔"

"تشریف رکھئے جناب....!"

اس نے کاؤنٹر کلرک کے سامنے والے اسٹولوں کی طرف اشارہ کیا تھا۔

"میرا خیال ہے، رات گئے خنکی بڑھ جاتی ہو گی؟"

"کسی قدر.... لیکن موسم خوشگوار ہی رہتا ہے، آپ پسند فرمائیں گے۔"

"ضرور.... ضرور! میں تو جہاں سے آیا ہوں وہاں خاصا گرم موسم تھا۔"

"میرا خیال ہے، شاید آپ پہلی بار اِدھر آئے ہیں؟"

"گزر تا رہا ہوں، ادھر سے، کبھی یہاں ٹھہرنے کا اتفاق نہیں ہوا....؟"

"یہاں آپ کو ہر طرح کا آرام ملے گا۔"

"جھیل میں مچھلیوں کا شکار بھی ہوتا ہو گا؟"

"جی ہاں، جھیل کے کنارے مناسب مقامات پر ہم نے کیبن بھی بنائے ہیں۔"

"سال بھر بزنس اچھا رہتا ہو گا؟"

"جی نہیں، سردیوں کے دو ماہ زیادہ بہتر نہیں ہوتے۔"

دفعتاً صفدر چونک پڑا۔ اُسے ایسا محسوس ہوا تھا جیسے ہال میں اُس نے کوئی مانوس سا قہقہہ سنا ہو.... چاروں طرف نظر دوڑائی اور ٹھٹھک کر رہ گیا۔ آنکھیں ایک لمبے اور دبلے پتلے آدمی پر جم گئیں جو تھوڑے ہی فاصلے پر بیٹھا ویٹر کی کسی بات پر ہنس رہا تھا اور ویٹر اس طرح منہ بنائے کھڑا تھا جیسے نادانستگی میں اُس سے کوئی غلطی سرزد ہو گئی ہو۔ آس پاس کے لوگ بھی اُن کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

صفدر متحیرانہ انداز میں اُسے دیکھتا رہا.... بالکل وہی.... اس کے علاوہ، کوئی فرق نہیں تھا کہ اب اس کا چہرہ ڈاڑھی اور مونچھوں سے بے نیاز تھا۔ پھر ویٹر شاید اظہارِ ندامت کر کے رخصت ہو گیا اور وہ میز پر پڑے ہوئے اخبار کی سرخیاں دیکھنے لگا۔

صفدر تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھا اُسے دیکھتا رہا۔ پھر کاؤنٹر کلرک کی طرف مڑ کر بولا۔

"شاید یہ بے چارہ بھی میری ہی طرح تنہا ہے؟"

"نہیں صاحب! یہ تو کئی آدمی ہیں اور جھیل والے کیبنوں میں ان کا قیام ہے۔"

"جب تک میرے ساتھی یہاں نہ پہنچیں، مجھے کسی سے جان پہچان ہی پیدا کرنی چاہئے۔" وہ ایک ایسے آدمی کا تاثر دینا چاہتا تھا جسے بکواس کے بغیر چین ہی نہ آتا ہو۔

"ضرور.... ضرور، جناب!" کاؤنٹر کلرک سر ہلا کر بولا۔ "یہ صاحب خاصے ہنس مکھ آدمی معلوم ہوتے ہیں۔"

صفدر اٹھ کر اُس میز کے پاس پہنچا اور دراز قد اجنبی نے سر اٹھا کر اُس کی طرف دیکھا ہی تھا کہ اُس نے کہا۔ "اگر آپ اجازت دیں تو میں یہاں بیٹھ جاؤں۔"

صفدر نے آواز بدلنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اُس نے اُسے چونکتے دیکھا۔

"ضرور، ضرور۔" وہ جلدی سے بولا اور صفدر بدستور اُسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتا رہا۔

"ضرورت یوں پیش آئی اسکی....!" صفدر مسکرا کر بولا۔ "آپ میرے ایک شناسا کے ہمشکل ہیں۔"

"اور مجھے آپ کی آواز کچھ جانی پہچانی سی لگ رہی ہے۔" اجنبی نے کہا۔

"لیکن مجھے، اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا۔" صفدر نے کہا۔

"تو پھر میں کیوں اپنے کانوں پر یقین کروں۔" اجنبی مسکرا کر بولا۔

"میرا نام صفدر ہے۔"

"اور میں جیمسن ہوں۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"اور میں تمہیں چھو سکتا ہوں۔"

"بالکل، تم مجھے گوشت پوست ہی کا پاؤ گے۔ بھوت نہیں ہوں۔"

"یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"کیا وہ سامان ساتھ ہے؟" جیمسن نے پوچھا۔

"اوہ، تو کیا.... وہ تمہارے لئے تھا؟ دو سوٹ کیس ہیں۔"

"کہاں ہیں؟"

"میرے کمرے میں۔"

"انہیں گاڑی کی ڈکے ہی میں کیوں نہیں رہنے دیا تھا۔ ہم کسی وقت نکال لے جاتے۔"

"ہم سے کیا مراد ہے؟"

"اوہ، تو کیا تمہیں نہیں معلوم؟"

"کیا نہیں معلوم؟"

"میں تنہا نہیں ہوں۔ بادشاہ سلامت اور حبشی غلام بھی ہے۔"

"یعنی کہ.... یعنی کہ...."

"کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔" جیمسن ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "میں ہز میجسٹی کو اطلاع دے دوں گا.... کس کمرے میں قیام ہے؟"

"کمرہ نمبر آٹھ۔"

"بس، اب دوسری باتیں کرو۔" جیمسن نے آہستہ سے کہا۔ لیکن صفدر کی حالت عجیب تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب اُسے کیا کرنا یا کہنا چاہئے کیونکہ بادشاہ سلامت کا مطلب تھا، عمران اور حبشی غلام ظاہر ہے کہ جوزف ہی ہو سکتا تھا۔ لیکن یہ قصہ کیا ہے؟

"تم خاموش کیوں ہو گئے؟" جیمسن نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"یہی سوچ رہا تھا، جن لوگوں کا قل بھی ہو چکا ہو، وہ اب کیسے نظر آئیں گے؟"

"میں کیسا لگ رہا ہوں؟ میری تو برسی بھی ہو چکی ہے۔"

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا.... اُدھر وہاں، اُن کی بیوہ نے سارا شہر سر پر اٹھا رکھا ہے۔"

"ہز میجسٹی کو اس کا علم ہے کہ ملکۂ عالم دارالحکومت میں پہنچ چکی ہیں۔"

"تم صرف دارالحکومت کی بات کر رہے ہو۔ والد صاحب تو انہیں محلسرا میں لے گئے ہیں۔"

"یہ خبر ہز میجسٹی کے لئے دلچسپی کا باعث ہو گی۔ خیر میں نے کافی منگوائی ہے۔ تم بھی پی لینا.... اور اس کے بعد میں یہاں سے جا کر ہز میجسٹی کو حالات سے مطلع کر دوں گا۔ میں نے کہا تھا کہ اب دوسری باتیں کرو۔"

"تم کہاں تھے؟"

"ہز میجسٹی مناسب سمجھیں گے تو بتا دیں گے۔ خود مجھے زبان کھولنے کا حکم نہیں ہے۔"

"تو کیا تمہیں علم تھا کہ مجھ سے یہیں ملاقات ہو گی؟"

"ہاں، ہز میجسٹی نے مجھے یہاں اسی لئے بھیجا تھا۔"

اتنے میں ویٹر کافی لے آیا.... اور جیمسن نے اس سے ایک پیالی اور لانے کو کہا۔

"داڑھی کے بغیر تمہاری شخصیت صفر ہو کر رہ جاتی ہے۔" صفدر نے کہا۔

"اور اپنا وزن بھی کم لگنے لگتا ہے لیکن مجبوری.... ہز میجسٹی کا خیال ہے کہ غریب الوطنی میں وزن کم ہی رکھنا چاہئے۔"

"میں جلد از جلد اُن سے ملنا چاہتا ہوں۔" صفدر نے کہا۔ "تم لوگ شاید اُن کیبنوں میں مقیم ہو؟"

"تمہیں کیا معلوم؟"

"کاؤنٹر کلرک نے بتایا تھا۔"

"کیا تم نے اُس سے میرے بارے میں کچھ پوچھا تھا؟"

"بس خیال ظاہر کیا تھا کہ تم تنہا ہی معلوم ہوتے ہو لیکن اُس نے بتایا تھا کہ تمہارے ساتھ کچھ اور لوگ بھی ہیں۔"

"تمہیں ایسا نہ کرنا چاہئے تھا۔ خیر کافی پی کر اپنے کمرے میں چلے جاؤ اور رخصت ہوتے وقت مجھ سے مصافحہ ضرور کرنا۔"

"ہوں۔" صفدر پُر تفکر انداز میں سر ہلا کر رہ گیا۔

"یہاں کی آب و ہوا بہت اچھی ہے۔ بھوک کھل کر لگتی ہے اور اُدھر کیبنوں میں کچھ لڑکیاں بھی ہیں۔ ارے ہاں، میرے پرنس کا کیا حال ہے؟ وہ بھی مجھے کبھی یاد کرتے ہیں۔"

"ظفر الملک چھ ماہ سے یورپ میں کہیں مقیم ہے۔"

"افسوس کہ اُن سے ملاقات نہیں ہو سکے گی۔"

"وہ بھی تمہارے نام کے ساتھ مرحوم لگا تا رہا ہے۔"

"اور میں عیش کر رہا تھا۔"

"کہاں تھے؟"

"پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ اگر ہز میجسٹی مناسب سمجھیں گے تو بتا دیں گے۔"

"خیر.... خیر....!"

دوسری پیالی بھی آ گئی تھی۔ جیمسن کافی بنانے لگا۔ صفدر کی نظر اُس کے چہرے پر جمی ہوئی تھی اور مسلسل عمران کے بارے میں سوچے جا رہا تھا۔ غرق ہوئے تھے سمندر میں، اور اب ایک پہاڑ کی ترائی سے برآمد ہو رہے ہیں۔

کافی پی کر وہ اٹھ گیا۔ جیمسن بھی اُس کے ساتھ ہی اٹھا اور دونوں نے بڑی گرمجوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے ایک دوسرے کے لئے نیک خواہشات کا اظہار کیا اور پھر صفدر نے اپنے کمرے کی راہ لی۔ ابھی بھوک بھی نہیں محسوس ہوئی تھی۔ ویسے جاتے جاتے اُس نے کاؤنٹر کلرک کو آگاہ کر دیا تھا کہ وہ ایک گھنٹے کے بعد کھانا اپنے کمرے میں کھائے گا۔

کمرے میں پہنچ کر وہ پھر آرام کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔ ذہن الجھ کر رہ گیا تھا۔ ڈیڑھ سال پہلے تنزانیہ میں مفقود الخبر ہو جانے کے بعد جیمسن اچانک اس طرح ملا.... اور یہی نہیں.... عمران اور جوزف بھی اُس کے ساتھ تھے، جنہیں سمندر کی گہرائی نے نگل لیا تھا۔

اس نے ایک سگریٹ سلگائی اور اضطراب پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگا جو لحظہ بہ لحظہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ آدھا گھنٹہ بھی نہیں گزرا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔

"پلیز! کم ان۔" اُس نے اونچی آواز میں کہا اور جیمسن دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہوا۔

"آؤ.... آؤ!" صفدر اٹھتا ہوا بولا۔

"بیٹھوں گا نہیں۔ کہا گیا ہے کہ تم صبح نو بجے یہاں سے رحبان کی چوکی کی طرف روانہ ہو جاؤ گے۔ سامان تمہارے ساتھ ہو گا۔ کمرہ انگیج ہی رکھنا۔ کیونکہ شاید تمہیں پھر یہیں واپس آنا پڑے۔"

"اچھا۔" صفدر طویل سانس لے کر بولا۔ "تو عمران صاحب سے اس وقت ملاقات نہیں ہو سکے گی۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"پھر کیا صورت ہو گی؟"

"میں کچھ نہیں جانتا مسٹر صفدر! مجھ سے جو کچھ کہا گیا تھا۔ تم تک پہنچا دیا۔"

"تو اب کھڑے میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو۔" صفدر جھنجھلا کر بولا۔ "میں نے سن لیا ہے اسی کے مطابق عمل کروں گا۔"

"اتنی ناراضگی؟" جیمسن ہنس کر بولا۔ "ہم شاید ڈیڑھ سال بعد ملے ہیں۔" صفدر کچھ نہ بولا۔

"اچھی بات، کل راستے ہی میں کہیں ملاقات ہو گی۔"

"پھر تم نے یہ کیوں کہا کہ تم کچھ نہیں جانتے۔"

"بائی.... بائی۔" وہ ہنستا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

دوسری صبح صفدر نے پھر فوجی وردی پہنی اور پورٹر کو بلا کر دونوں سوٹ کیس اٹھوائے۔ کنجی، کاؤنٹر کلرک کے سپرد کر کے بولا۔ "میں ذرا چوکی تک جا رہا ہوں۔ اگر اس دوران میں کوئی میرے بارے میں پوچھے تو بتا دینا کہ میرا قیام کمرہ نمبر آٹھ میں ہے اور میری واپسی شام تک ہو گی۔"

"بہت بہتر جناب۔"

دونوں سوٹ کیس ڈکے میں رکھوا کر پورٹر کو ٹپ دی۔ وہ سلام کر کے رخصت ہو گیا۔

یہاں سے رحبان کی چوکی کا فاصلہ قریباً ڈھائی میل تھا۔ صفدر ایک ہی میل چلا ہو گا کہ اچانک اُسے رک جانا پڑا۔ ایک آدمی بیچ سڑک پر ہاتھ اٹھائے کھڑا نظر آیا۔ صفدر نے اُس کے قریب ہی پہنچ کر بریک لگائے اور وہ اچھل کر ایک طرف ہٹ گیا۔ یہ جیمسن تھا۔

"اِدھر گاڑی لے چلو۔" وہ پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھتا ہوا بولا۔ اس نے بائیں جانب ایک کچے اور ناہموار راستے کی طرف اشارہ کیا تھا۔

صفدر نے گاڑی اُدھر ہی موڑ دی اور جیمسن نے پوچھا۔ "رات کیسی گزری؟"

"یہ تم مجھ سے پوچھ رہے ہو۔" صفدر بھنا کر بولا۔

جیمسن نے قہقہہ لگایا۔

"پہلے تو تم بہت گھنے تھے۔ آخر اس خوش مزاجی کی وجہ۔" صفدر نے تلخ لہجے میں پوچھا۔

"میرے مزاج کے موسم بدلتے رہتے ہیں۔ آج کل صرف محبت کرتا ہوں اور خوش رہتا ہوں۔"

"پیدل۔"

"پیدل میں دیر لگتی ہے۔ خلائی دور کی محبت میں راکٹ چلتا ہے۔"

ناہموار راستے پر خاصے جھٹکے لگ رہے تھے۔ حالانکہ صفدر بہت محتاط ہو کر ڈرائیونگ کر رہا تھا۔

"بس اب رک جاؤ۔" جیمسن بولا۔

صفدر نے گاڑی روکی اور بوکھلا کر نیچے اُتر آیا۔ کیونکہ اُس نے دائیں جانب والی چٹان کی اوٹ سے عمران اور جوزف کو برآمد ہوتے دیکھ لیا تھا۔

"بدحواس ہونے کی ضرورت نہیں۔" عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔ "ہم سچ مچ بھوت نہیں ہیں۔"

"خدا ہی جانے۔ سمندر میں غرق ہو کر پہاڑ کی ترائی سے بر آمد ہو رہے ہیں۔"

"سامان کہاں ہے؟"

"ڈکے میں۔" صفدر ڈکے اٹھاتا ہوا بولا۔ جوزف نے آگے بڑھ کر دونوں سوٹ کیس نکال لیے اور انہیں اٹھائے ہوئے پھر اسی چٹان کی اوٹ میں چلا گیا۔

"چند غیر ملکی ایجنٹوں کے گھیرے میں ہوں۔" عمران نے صفدر کی طرف دیکھ کر کہا۔

"آخر کیوں؟ آپ نے بتایا تھا کہ باؤل دے سوف والی پینٹنگ کسی پارٹی نے جلادی تھی۔"

"وہ سمجھتے ہیں کہ میں نے اُس کا کوئی فوٹوگراف بھی لیا تھا، جس کا نگیٹو میرے پاس محفوظ ہے اور پھر ایک چکر اور بھی ہو گیا ہے۔" عمران نے کہا اور مختصراً اپنے مریخ کے سفر کے بارے میں بتانے لگا۔

"خدا کی پناہ!" صفدر اُس کے خاموش ہونے پر بولا۔ "تو وہ سارا ڈرامہ حقیقت پر مبنی تھا؟"

"میں اسے حقیقت نہیں کہہ سکتا۔ بس یہ سمجھ لو کہ واقعیت یہی تھی۔"

"تو پھر اب کیا چکر ہے؟"

"ایک ملک کے ایجنٹ، مجھے گھیرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ خدشہ ہے کہ اغوا کا کیس بن جائے۔"

"کس کے خلاف؟" صفدر آنکھیں پھاڑ کر بولا۔

"اُن ہی کے خلاف۔"

"میں کچھ نہیں سمجھا۔"

"خدا کرے کچھ نہ سمجھو۔" جیمسن سر ہلا کر بولا۔ "ہز میجسٹی اپنے اغوا کی بات کر رہے ہیں۔"

"اوہ!" صفدر ہونٹ سکوڑ کر رہ گیا۔

"چلو.... اُدھر ہی چلو۔" عمران اسی چٹان کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا جس کے عقب سے وہ بر آمد ہوئے تھے۔

اُدھر ایک خاصا کشادہ غار تھا جس میں وہ اُترتے چلے گئے۔ نیچے پہنچ کر عمران نے کہا "فی الحال یہیں قیام کرنا ہے۔"

"لیکن آپ لوگ تو جھیل کے کنارے والے کسی ہٹ میں مقیم تھے۔" صفدر بولا۔

"اُسے چھوڑ دیا گیا ہے۔"

"مجھے تو اس پر حیرت ہے جناب!" جیمسن آنکھیں نکال کر بولا۔ "کہ ڈی جی صاحب اُس عورت کو گھر لے گئے ہیں۔"

عمران نے ہنس کر کہا۔ "بیٹا جائے جہنم میں لیکن بہو تو گھر کی عزت ہوتی ہے۔"

"میں نہیں سمجھ سکتا، باس؟" جوزف بولا۔ "آخر تمہارے باپ نے اس پر یقین کیسے کر لیا؟"

"میرے ہی باپ ہیں۔ اس لئے فوراً گھر لے گئے ہوں گے کہ اخبارات اسکینڈل نہ بنائیں۔"

"یہی بات ہو سکتی ہے۔" جیمسن سر ہلا کر بولا۔

"لیکن اب کیا سوچا ہے، آپ نے؟" صفدر نے پوچھا۔

"بس اُن لوگوں کے ہتھے نہیں چڑھنا چاہتا۔" عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "وہ مجھے ہر طرف سے گھیر رہے ہیں۔ شاید ملک میں داخلے کے کسی امکانی راستے کو نظر انداز نہیں کیا گیا ہے۔ میرا خیال تھا کہ شاید اس سرحدی چوکی کی طرف اُن کی توجہ مبذول نہ ہو لیکن وہ یہاں بھی موجود ہیں۔"

"اِدھر کہاں ہیں؟" صفدر نے پوچھا۔

"اُس ہوٹیل میں، جہاں تمہارا قیام ہے۔ اسی لئے تو ہمیں جھیل کے کنارے والا ہٹ چھوڑنا پڑا ہے۔"

"اندازاً کتنے ہوں گے؟"

"میں صرف ایک کو پہچان سکا ہوں۔ کیونکہ اُس کا تعلق ہمارے یہاں اُن کے سفارت خانے سے ہے۔"

"ہوٹیل ہی میں مقیم ہے؟"

"ہاں، رابرٹ لاسکی نام ہے۔ بھوری فرنچ کٹ ڈاڑھی والا۔"

"ہاں شاید میں نے اُسے ڈائننگ روم میں دیکھا تھا۔" صفدر نے پُر تشویش لہجے میں کہا۔

"میں تو کہتا ہوں، ایک آدھ کی مرمت کر دی جائے۔" جیمسن بولا۔

"اس سے کیا ہو گا؟" عمران نے اُسے گھور کر پوچھا۔

"وہی جو مرمت سے ہوتا ہے۔"

"کوئی فائدہ نہیں۔ مجھے کسی نہ کسی طرح سر سلطان تک پہنچنا ہے۔ اس کے بعد سوچوں گا کہ اس سلسلے میں کیا کیا جائے۔"

"تو یہ جو سامان آپ نے منگوایا ہے؟" صفدر نے سوال کیا۔

"اس میں میک اپ کا سامان اور اسلحہ ہے اور کچھ کپڑے ہیں۔"

"اور مجھے اب کیا کرنا ہے؟"

"شام تک ہوٹیل واپس جاؤ گے اور تمہارے ساتھ وہ دوست بھی ہوں گے جن کا تمہیں انتظار تھا۔"

"یعنی، آپ لوگ.... میک اپ میں...."

"میں اور جیمسن.... جوزف اپنی رنگت کی بناء پر چھپ نہیں سکے گا۔"

"تو پھر یہ بے چارا کہاں جائے گا؟"

"فی الحال اسی غار تک محدود رہے گا۔"

"مجھے تو اُن محترمہ کی فکر ہے جو آپ کی کوٹھی میں براجمان ہیں۔" جیمسن ہنس کر بولا۔

"اُس کی فکر نہیں۔"

"اور وہ بھی تنہا نہیں ہو سکتی۔" صفدر بولا۔ "اُسکے آس پاس ہی کچھ اور لوگ بھی ہوں گے۔"

"اس کے سلسلے میں بھی، میں ایکس ٹو کو مشورہ دے چکا ہوں۔" عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔

"اس بار آپ پڑے ہیں چکر میں، یور میجسٹی۔" جیمسن سر ہلا کر بولا۔

"بہت دنوں کے بعد زندگی کا احساس ہوا ہے۔ ورنہ میں تو خود کو مشین سمجھنے لگا تھا۔" جوزف عجیب انداز میں مسکرایا تھا۔ عمران نے اُسے گھور کر دیکھا اور بے ساختہ ہنس پڑا۔ "کیوں، کیا ہوا ہے تجھے؟"

"کک.... کچھ نہیں باس۔" وہ سنجیدہ ہونے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔ "مجھے مادام کروچی یاد آگئی تھیں۔"

"کس بات پر؟"

"یہی زندگی کے احساس کی بات سن کر۔"

"یہ مادام کروچی کون ہیں؟" صفدر نے پوچھا اور عمران اُسے اس کے بارے میں بتانے لگا۔

"کہیں سچ مچ مریخ ہی پر نہ ہو آئے ہوں۔" صفدر بولا۔

"سائینسی ترقی میں وہ لوگ ساری دنیا کو پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ اس لئے میں اسے ایک شعبدے

سے زیادہ اہمیت دینے کو تیار نہیں ہوں۔"

"مجھے افسوس ہے کہ میں ساتھ نہیں تھا۔"

"اور مجھے افسوس ہے کہ اس چکر میں میری گورنری گئی۔" جیمسن بولا۔ "کیا کیا بیوٹیاں ہر وقت گھیرے رہتی تھیں۔"

"شکر ہے تمہیں دیکھنے کے لئے مجھے محدب شیشہ نہیں استعمال کرنا پڑا تھا۔" عمران نے کہا اور جیمسن کھسیانی سی مسکراہٹ کے ساتھ خاموش ہو گیا۔

"تو پھر آپ لوگ کب واپس چلیں گے؟" صفدر نے پوچھا۔

"شام سے پہلے ہوٹیل میں داخل ہونا مناسب نہ ہوگا۔" عمران بولا۔

"تو پھر یہ وقت کیسے گزارا جائے؟"

"جوزف، ہمیں اپنی زبان کے جنگی ترانے سنائے گا۔"

وہ جوزف کی طرف مڑے لیکن جوزف عجیب حال میں نظر آیا۔ کسی چوکنے شکاری جانور کی طرح اس ڈھلان کی طرف تک رہا تھا جس سے اُتر کر وہ غار تک پہنچے تھے۔ ساتھ ہی اس نے اس انداز میں ہاتھ بھی اٹھا رکھا تھا جیسے انہیں خاموش رہنے کی تاکید کر رہا ہو۔

عمران اپنی جگہ سے اٹھا اور بڑی پھرتی سے غار کے دہانے کے قریب پہنچ گیا۔ اسی طرح جوزف نے بھی اٹھ کر دہانے کی بائیں جانب پوزیشن سنبھال لی اور عمران نے اُن دونوں کو اشارہ کیا کہ جہاں ہیں وہیں بیٹھے رہیں۔

صفدر خاصا معاملہ فہم آدمی تھا۔ اس لئے جیمسن کے استعجاب کو رفع کرنے کے لئے اُن بیوٹیوں کے بارے میں پوچھنے لگا جن کا ذکر ذرا دیر پہلے اُس نے کیا تھا۔

"کیا چکر ہے؟" جیمسن نے آہستہ سے پوچھا۔

"معمول کے مطابق باتیں کرتے رہو۔ میرا خیال ہے کہ کوئی آرہا ہے۔"

"مجھے تو کچھ بھی نہیں محسوس ہوا۔"

"ابھی حال ہی میں گورنری سے ریٹائر ہوئے ہو۔ ہمیں ایسا کوئی موقع نصیب نہیں ہوا۔"

"چوٹ نہ کرو۔ جوزف جیسا ہم میں سے کوئی بھی نہیں ہو سکتا۔ نادیدہ اور اچانک حملوں کے سلسلے میں وہ چھٹی حس رکھتا ہے۔"

دفعتاً اُنہیں غار کے دہانے پر دو افراد نظر آئے جن کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں تھیں۔ صفدر دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے اٹھ گیا۔ جیمسن نے بھی اس کی تقلید کی اور پھر جیسے ہی وہ دونوں مسلح آدمی غار میں داخل ہوئے جوزف اور عمران اُن پر ٹوٹ پڑے۔ اسٹین گنیں اُن کے ہاتھوں سے نکل کر دور جا پڑیں جن پر جیمسن اور صفدر نے قبضہ کر لیا۔ دونوں مقامی آدمی تھے جلد ہی قابو میں آگئے اور عمران انہیں اُن کی نگرانی میں چھوڑ کر باہر آگیا۔

سامنے کی بات تھی کہ صفدر کی گاڑی نے اُن دونوں مسلح آدمیوں کی رہنمائی کی ہوگی۔ لہٰذا اسے کم سے کم یہ تو دیکھ ہی لینا چاہئے کہ اور بھی تو نہیں ہیں۔

صفدر کی گاڑی تک پہنچنے کے لئے اُس نے دوسرا راستہ اختیار کیا اور شاید یہی درست فیصلہ تھا کیونکہ جب وہ کسی قدر بلندی پر پہنچا تو اُس راستے پر بھی ایک مسلح آدمی دکھائی دیا جس سے گزر کر وہ صفدر سمیت غار میں داخل ہوا تھا۔ جھکا جھکا وہ کچھ اور آگے بڑھا۔ یہاں سے صفدر کی جیپ نظر آرہی تھی۔ اُس کے قریب ہی ایک اسٹیشن ویگن بھی دکھائی دی اور اس اسٹیشن ویگن کی اگلی سیٹ کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ جس سے دو ٹانگیں باہر نکلی دکھائی دے رہی تھیں۔ پھر چہرہ بھی نظر آیا۔ بھوری فرنچ کٹ ڈاڑھی والا سفید فام رابرٹ لاسکی، پائپ کا دھواں فضا میں منتشر کر رہا تھا۔

عمران پھر پلٹا اور اُدھر چل پڑا جہاں تیسرا مسلح آدمی کھڑا تھا۔ یہ بھی سفید فام ہی تھا اور اُس کی پشت عمران کی طرف تھی۔ اسٹین گن ہی اُس کے ہاتھوں میں بھی نظر آئی۔ وہ آہستہ آہستہ اُس کی طرف بڑھتا رہا۔ بہت احتیاط کی ضرورت تھی۔ وہ اُس پر چھلانگ نہیں لگا سکتا تھا کیونکہ اسٹین گن اُس کے ہاتھ میں تھی۔ اضطراری طور پر بھی اُس کا ٹریگر دب سکتا تھا اور برسٹ کی آواز پر گاڑی میں بیٹھا ہوا آدمی ہوشیار ہو جاتا۔ مسلح آدمی راستے کی نگرانی کر رہا تھا جس سے گزر کر اُس کے دونوں مقامی ساتھی غار تک پہنچے تھے۔

عمران آہستہ آہستہ اُس کی جانب بڑھتا رہا۔ وہ اس انداز میں حملہ کرنا چاہتا تھا کہ حواس فوری طور پر معطل ہو جائیں اور اسٹین گن اُس کی گرفت سے نکل جائے۔ قریب پہنچ کر ایک جچا تلا ہاتھ اُس کی گدی پر رسید کیا اور وہ کسی قسم کی آواز نکالے بغیر ڈھیر ہو گیا۔ اسٹین گن اُس کے گرنے سے پہلے ہی ہاتھوں سے چھٹ گئی تھی۔

عمران نے اُسے اٹھا لیا اور تھوڑی سی زور آزمائی گرے ہوئے آدمی کی کنپٹیوں پر بھی کر ڈالی۔

غالباً بے ہوشی کے وقفے میں اضافہ کرنا چاہتا تھا۔ اس کے بعد وہ پھر اُسی طرف مڑا جدھر سے آیا تھا۔ بھوری ڈاڑھی والے کے عقب میں جا پہنچنا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ اُسے کچھ سوچنے سمجھنے کی مہلت بھی نہیں مل سکی تھی۔ اسٹین گن کی شکل دیکھی اور چپ چاپ ہاتھ اٹھائے ہوئے گاڑی سے باہر آگیا۔

"چلو" عمران نے چٹان کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "اور چلتے رہو۔"

بھوری ڈاڑھی والے کی آنکھوں سے گہری نفرت جھانک رہی تھی۔ لیکن اُسے چپ چاپ تعمیل کرنی پڑی۔ وہ اُسے غار والے راستے پر لے آیا۔ اس طرح کہ وہ اپنے ایک مسلح ساتھی کا حشر اپنی آنکھوں سے دیکھ سکے۔

"اب بائیں مڑو۔" عمران نے سفاکانہ لہجے میں کہا۔

اسی طرح وہ اُسے غار میں اُتار لے گیا۔ اُس کے دونوں مقامی ساتھی ایک جانب سر ڈالے بیٹھے تھے۔

"تم اچھا نہیں کر رہے ہو۔" بھوری ڈاڑھی والا بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ لیکن عمران اُس سے کچھ کہے بغیر جوزف اور صفدر سے مخاطب ہوا۔ "باہر بھی ایک بیہوش آدمی موجود ہے۔ راستے کے موڑ کے قریب۔ اُسے بھی اٹھالاؤ۔"

جیمسن دونوں مقامی آدمیوں کو کور کئے رہا اور وہ دونوں باہر چلے گئے۔ بھوری ڈاڑھی والا ہاتھ اٹھائے ہوئے عمران کیطرف مڑا اور انتہائی تنفر آمیز لہجے میں بولا۔ "تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔"

"ہم لوگ بنایا کرتے ہیں۔ بگاڑنا ہمارا شیوہ نہیں ہے۔" عمران مسکرا کر بولا۔

"لیکن شاید تم مجھے نہیں جانتے؟"

"اتنا ہی کافی ہے کہ تم مجھے جانتے ہو، مسٹر رابرٹ لاسکی!"

"اوہ! تو تم مجھے جانتے ہو۔"

"جب تم مجھے جانتے ہو تو بھلا میں کیوں نہ جانوں گا۔ لیکن یہ ضرور پوچھوں گا کہ آخر تم لوگ اس طرح میرا تعاقب کیوں کر رہے ہو؟"

"تم ہمارے ملک میں غیر قانونی طور پر داخل ہوئے تھے اور فرار ہو گئے تھے۔"

"تو پھر تمہیں چاہئے کہ میری حکومت کو اس سے باخبر کرو۔ وہ مجھے سزا دے گی۔ تمہیں ذاتی

طور پر اس کا حق نہیں پہنچتا کہ میرے ہی ملک میں مجھے گھیرنے کی کوشش کرو۔"

"ہم اپنی حکومت کے احکامات کی تعمیل کرتے ہیں۔"

"یہ بہت بُری بات ہے، مسٹر لاسکی! تمہیں صرف اپنے سفارت خانے تک محدود رہ کر اپنی حکومت کے احکامات کی تعمیل کرنی چاہئے۔"

"بہتر یہی ہے کہ خود کو ہمارے حوالے کردو۔"

"اس کے بعد کیا ہوگا مسٹر لاسکی؟"

"اُس کے بعد کے لئے احکامات ابھی نہیں ملے۔"

"یعنی دوسرے احکامات ملنے تک میں تمہارا قیدی رہوں گا۔"

"ظاہر ہے۔"

"لیکن اب تم ایسی پوزیشن میں نہیں ہو کہ مجھے اپنا قیدی بنا سکو۔" وہ کچھ نہ بولا لیکن اُس کی آنکھوں میں سراسیمگی کے آثار نہیں تھے۔ "کیا تم لوگ مجھے اپنا قیدی بنا سکتے ہو؟"

"ہمارے لئے ناممکن نہیں ہے۔"

"اپنے ملک میں تو بنا نہیں سکے تھے۔"

"وہاں جو کچھ ہوا اس کا مجھے علم نہیں ہے۔"

"لیکن ڈیلیا موران والے قصے سے تو آگاہ ہو گے؟"

"میں کچھ نہیں جانتا۔"

"اگر تم چاروں کو مار کر یہیں دفن کر دیا جائے تو....؟"

"تم اس کی جرأت نہیں کر سکتے۔"

"مجھے کون روکے گا؟"

"میری گمشدگی کی جوابدہی تمہاری حکومت کو کرنی پڑے گی۔"

"اور اگر تم چاروں کی کشتی ہوٹیل والی جھیل میں غرق ہو جائے تو کیسی رہے گی؟"

رابرٹ لاسکی تھوک نگل کر رہ گیا۔

"تمہاری لاشیں جھیل سے نکالی جائیں گی اور وہ ایک اتفاقی حادثہ قرار دے دیا جائے گا۔"

"لیکن اس سے تمہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا۔" رابرٹ لاسکی بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "کیونکہ

تمہاری تلاش میں صرف میں ہی نہیں تھا اور بھی ہیں اور وہ ہر حال میں تمہیں یہاں سے نکال لے جائیں گے۔ تم ہمارے وسائل سے پوری طرح آگاہ نہیں ہو۔"

"اچھا تو پھر مجھے کیا کرنا چاہیئے؟"

"خاموشی سے میرے ساتھ چلے چلو۔"

"اُس کے بعد کیا ہوگا؟"

"نہایت عزت واحترام سے تمہیں اپنے ملک بھجوادوں گا۔"

"وہاں کیا ہوگا؟"

"اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم انہیں کیوں مطلوب ہو تو یہ بھی بتادیتا۔"

اتنے میں صفدر اور جوزف تیسرے کو بھی ٹانگاٹولی کر کے وہیں اٹھالائے۔ وہ ابھی تک بیہوش تھا۔ اسے ایک طرف ڈال دیا گیا۔

"کیا تم نے اسے مار ڈالا؟" رابرٹ لاسکی نے بوکھلا کر پوچھا۔

"نہیں، ابھی تو صرف بیہوش ہے۔"

"جو کچھ تم کر رہے ہو یہ تمہاری حکومت کو بھی پسند نہیں آئے گا۔"

"میری حکومت کی طرف سے اظہارِ رائے کا تمہیں حق نہیں پہنچتا۔"

"کیا تم اپنی حکومت میں ہماری پوزیشن سے واقف نہیں ہو؟"

"یہ باتیں سیاستدان جانیں۔ میں تو صرف ٹھونکنے پیٹنے والوں میں سے ہوں۔"

"میرے علم کے مطابق تم ایک قطعی غیر ذمہ دار آدمی ہو۔"

"اسی لئے حکومت بھی میرے معاملات میں دخل اندازی نہیں کرتی۔"

"پھر کہتا ہوں۔ اچھی طرح سوچ لو۔"

"یعنی خود کو تمہارے حوالے کردوں؟" عمران ہنس کر بولا۔

"بہتری کی یہی صورت ہوگی۔"

"نہ مجھے بہتری سے کوئی دلچسپی ہے، نہ صورت سے۔"

"قصہ ختم بھی کرو [illegible]" جوزف بولا۔

"کس طرح؟"

"بس، جو بھی ہاتھ آئے اُسے ختم کر دو۔"

"تم نے سنا یہ کیا کہہ رہا ہے؟" عمران نے رابرٹ لاسکی سے پوچھا۔

وہ کچھ نہ بولا اور تنفر آمیز نظروں سے انہیں دیکھتا رہا۔

"لیکن سوال تو یہ ہے کہ یہ لوگ یہاں پہنچے کس طرح؟" صفدر بول پڑا۔

"انہیں تم پر شبہ ہو گیا تھا۔ اسلئے انہوں نے تمہاری گاڑی میں الیکٹرونک بگ ضرور لگایا ہو گا۔ اسی کے سہارے تمہاری گاڑی تک پہنچ گئے ہوں گے کیوں مسٹر لاسکی کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" رابرٹ لاسکی سر ہلا کر بولا۔ "اور یہ بھی سن لو کہ سفارت خانہ میری نقل و حرکت سے پوری طرح آگاہ ہے۔ اگر یہاں سے میری واپسی نہ ہوئی تو تم اندازہ نہیں لگا سکتے کہ کیا ہو گا۔"

"مجھے اُن دوسروں کے نام اور پتے بتاؤ، جو میری تلاش میں نکلے ہیں؟"

"میں اپنے علاوہ اور کسی کا بھی نام اور پتا نہیں جانتا۔"

"اس کا کیا نام ہے؟" عمران نے بیہوش سفید فام کی طرف اشارہ کیا۔

"نمبر بتا سکتا ہوں۔ نام کا علم میرے فرشتوں کو بھی نہیں۔"

"تو گویا یہ یہاں نووارد ہے؟"

"ظاہر ہے اس کا تعلق سفارت خانے سے نہیں ہے۔"

"اندازاً کتنے نمبر اس وقت یہاں برسر کار ہیں؟"

"یہ بھی میں نہیں جانتا۔"

"خیر.... فکر نہیں۔ میں ہر نمبر کو ضرب دیتا چلا جاؤں گا اور حاصل ضرب کے نتیجے میں گرینڈ ٹوٹل تم بھی دیکھو گے اور تمہاری حکومت بھی اس سے بہرہ ور ہو گی۔" عمران نے کہا اور جوزف سے بولا۔ "ان تینوں کے ہاتھ پیر باندھ دو۔"

"دیکھو میں پھر تمہیں آگاہ کر رہا ہوں۔" رابرٹ لاسکی بولا۔

"میں پوری طرح آگاہ ہوں۔ تم بے فکری سے اپنے ہاتھ پیر بندھوا لو۔"

دونوں مقامی آدمیوں اور رابرٹ لاسکی کے ہاتھ پیر باندھ دیئے گئے اور پھر عمران نے جوزف سے کہا۔ "آنے والے سوٹ کیسوں میں سے کسی میں فرسٹ ایڈ بکس بھی ہو گا نکالو اُسے۔"

جوزف اُدھر متوجہ ہوگیا اور عمران ان دونوں مقامی آدمیوں کو گھورنے لگا جو غار میں داخل ہوئے تھے۔ وہ دونوں بے حد خوفزدہ نظر آرہے تھے اور ان میں سے کوئی ابھی تک کچھ نہیں بولا تھا۔

"اب تم دونوں اپنی سناؤ۔" دفعتاً عمران نے انہیں مخاطب کیا۔

ایک تو خوف سے ہکلا کر رہ گیا لیکن دوسرے نے کہا۔ "ہم کچھ نہیں جانتے جناب! ہم سے تو یہ کہا گیا تھا کہ ہمیں ایک چور کو تلاش کرنا ہے جو سفارت خانے سے کچھ اہم کاغذات لے گیا ہے.... اور کاغذات ایسے ہیں کہ اُن کی گمشدگی کی اطلاع پولیس کو بھی نہیں دی جاسکتی۔

"اور تم معقول معاوضے پر تیار ہوگئے۔"

"جج.... جی ہاں۔"

"حالانکہ تمہارا فرض تھا کہ تم پہلے اس سودے کی اطلاع پولیس کو دیتے۔ کیونکہ یہ ایک غیر ملکی سفارتخانے کا معاملہ تھا۔ کیا تم جانتے ہو کہ اپنے طور پر کسی غیر ملکی سفارتخانے کا کوئی کام کرنا جرم ہے؟"

"ہم نہیں جانتے تھے۔"

"تو اب سنو کہ ہماری حکومت کی بے خبری میں یہ لوگ جو کام بھی مقامی لوگوں سے لیتے ہیں وہ قطعی غیر قانونی حیثیت رکھتا ہے۔ قابل سزا جرم ہے۔"

"ہمیں نہیں معلوم تھا جناب!"

"بکواس مت کرو۔ تم پڑھے لکھے معلوم ہوتے ہو۔"

"بیروزگاری اور مفلسی سب کچھ کرا چھوڑتی ہے۔" دوسرا بدقت بولا۔

"ہوس اور لالچ کا نام بھی لو، ساتھ ہی ساتھ۔"

وہ خاموش ہوگئے۔ جوزف نے فرسٹ ایڈ بکس لاکر عمران کے قریب رکھ دیا تھا۔ اُس نے اُس میں سے ایک ہائپوڈرمک سرنج نکالی اور ایک نیلے رنگ کی شیشی سے کسی سیال کی تھوڑی سی مقدار اس میں کھینچ لی.... پھر جوزف سے بولا۔ "انٹراوینس ہے، تم اس کا بایاں بازو دباؤ۔"

"یہ.... یہ کیا کر رہے ہو؟" رابرٹ لاسکی تیز لہجے میں بولا۔

"خاموشی سے دیکھتے رہو.... اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتا۔" عمران نے بے حد نرم لہجے میں کہا۔ پھر صفدر سے بولا تم باہر جاکر دونوں گاڑیوں کی نگرانی کرو اور اس پر نظر رکھو کہ اور کوئی

تو ادھر نہیں آتا۔"

صفدر ایک اسٹین گن سنبھالے ہوئے غار سے باہر چلا گیا۔ اتنی دیر میں جوزف بیہوش سفید فام کی وہ نس اُبھار چکا تھا جس میں انجکشن دینا تھا۔ عمران نے بڑی احتیاط سے سرنج کا سیال اُس کے جسم میں منتقل کر دیا اور خالی سرنج جوزف کی طرف بڑھاتا ہوا رابرٹ لاسکی سے بولا۔"ہمارے وسائل محدود ہیں۔ اس کے باوجود بھی اگر ہم چاہیں تو اس وحشیانہ مقابلے کی دوڑ میں تمہارے شانہ بشانہ رہ سکتے ہیں۔ ذہانت پر کسی ایک قوم کی اجارہ داری نہیں ہے کیونکہ یہ قدرت کا عطیہ ہے اور اُس نے کسی کو بھی اس سے محروم نہیں رکھا یہ اور بات ہے کہ بعض لوگ اس کے مظاہرے میں بھی کاہلی سے کام لیتے ہوں۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو۔"

"ابھی خود ہی دیکھ لو گے۔ زبان سے کہنے سے کیا فائدہ؟"

"اگر اسے کوئی نقصان پہنچا تو نتیجے کے خود ذمہ دار ہو گے۔"

"میرا مشورہ ہے کہ اب یہ تحکمانہ انداز ترک کر دو۔"

"تم نے کیا انجکٹ کیا ہے؟"

"بلا ضرورت خون بہانا مجھے پسند نہیں ہے۔"

"کک.... کیا مطلب....!؟"

"اس سے زیادہ باتیں نہ کیجئے یور میجسٹی!" جیمسن بول پڑا۔

"یور میجسٹی.... کیا مطلب....؟" رابرٹ لاسکی کے لہجے میں حیرت تھی۔

"یہ لوگ مجھے اپنی مملکت کا بادشاہ سمجھتے ہیں۔" عمران نے شرما کر کہا۔

"کس مملکت کی بات کر رہے ہو؟"

"اے، تم خاموش رہو۔" جیمسن رابرٹ کو آنکھیں دکھا کر بولا۔

"اوہ، تو تم لوگ یہاں خفیہ طور پر کوئی انقلابی تحریک بھی چلا رہے ہو؟" رابرٹ لاسکی نے جیمسن کی سرزنش کی پرواہ کئے بغیر کہا۔

"کیا میں، اس کے منہ پر ٹیپ چپکا دوں یور میجسٹی؟"

"نہیں بولنے دو.... تم جانتے ہی ہو کہ اس کے ہوش میں آنے کے بعد مسٹر رابرٹ لاسکی

کو چپ لگ جائے گی۔" عمران نے بیہوش آدمی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"یہ آخر کیا کر رہے ہو؟" لاسکی نے ایک بار پھر ہاتھ پیر مارے۔

"اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں ہے۔" عمران نے خشک لہجے میں کہا اور جیمسن سے بولا۔

"تم ان دونوں دیسیوں کے صرف پیر کھول کر انہیں باہر لے جاؤ۔"

"نہیں یہ نہیں ہو سکتا۔" رابرٹ لاسکی وحشیانہ انداز میں بولا۔ "تم کیا کرنا چاہتے ہو؟"

عمران کچھ نہ بولا۔ جیمسن کو اُن دونوں کے پیر کھولتے دیکھتا رہا۔ اُن کے ہاتھ پشت پر بندھے رہنے دیئے تھے۔ جیمسن انہیں غار سے باہر نکال لے گیا۔ اس دوران میں رابرٹ لاسکی برابر احتجاج کرتا رہا تھا۔

ادھر بیہوش سفید فام آدمی کے جسم میں جنبش ہوئی اور رابرٹ لاسکی خاموش ہو کر اُسے دیکھنے لگا۔ ان جنبشوں میں آہستہ آہستہ تیزی آتی جارہی تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپنے لگا۔ اُس کی اس کیفیت سے بوکھلا کر رابرٹ لاسکی نے عمران کو گندی گندی گالیاں دینی شروع کر دیں اور جوزف دھاڑا۔ "باس! کیا میں اس کا گلا گھونٹ دوں۔"

عمران صرف ہاتھ اٹھا کر رہ گیا۔ وہ اُس آدمی کو خاموشی سے دیکھے جارہا تھا۔ دفعتاً وہ تڑپتے تڑپتے ساکت ہو گیا۔ لیکن اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور وہ پلکیں بھی جھپکا رہا تھا۔ لیکن یہ قطعی نہیں معلوم ہو رہا تھا کہ وہ کچھ سوچ رہا ہو۔ چہرہ بالکل سپاٹ تھا۔

پھر اچانک وہ اٹھ بیٹھا اور ہتھیلیاں ٹیک کر گھٹنوں کے بل چلنے لگا۔

"میاؤں" اُس نے جوزف کو دیکھ کر بلی کی سی آواز نکالی۔

"خدا تمہیں غارت کرے۔ یہ تم نے کیا کر دیا؟" رابرٹ لاسکی حلق پھاڑ کر دھاڑا۔

"دیکھو اور عبرت پکڑو۔"

جوزف کی آنکھیں بھی حیرت سے پھیل گئی تھیں۔ پھر وہ اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔ کیونکہ رابرٹ لاسکی کا ساتھی کسی پالتو بلی ہی کی طرح اُس کے قدموں پر لوٹ گیا تھا۔

"میاؤں، میاؤں۔" کرتا ہوا وہ عمران کی طرف بڑھا۔ وہ اب بھی گھٹنوں کے بل ہی چل رہا تھا۔ پھر اُس کے پیروں کے قریب بھی اُس نے لوٹیں لگانی شروع کر دیں اور عمران نے جوزف سے کہا۔ "اسے کولڈ بیف کا ایک ٹکڑا دو۔ بھوکا معلوم ہوتا ہے۔"

"میں تمہیں مار ڈالوں گا۔" رابرٹ لاسکی بُری طرح مچل کر دھاڑا۔

"اسے کولڈ بیف دینے کے بعد فرسٹ ایڈ بکس پھر اٹھانا۔" عمران نے جوزف سے کہا اور رابرٹ لاسکی سے بولا۔ "مجھے بے حد افسوس ہے مسٹر رابرٹ لاسکی اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں۔ ورنہ میں تو تارک الدنیا لوگوں کی طرح امن پسند ہوں۔"

"تم میرے ساتھ یہ برتاؤ نہیں کر سکتے۔" وہ پاگلوں کی طرح چیخا۔

"میں یہی کروں گا، مسٹر رابرٹ لاسکی! مجبوری ہے۔ قتل کرنا مناسب نہیں سمجھتا لیکن اپنے تحفظ کے لئے ضروری سمجھتا ہوں کہ پہلے تمہیں بلی بناؤں اور پھر تم ایک عرصے کے لئے اپنی یادداشت کھو بیٹھو۔"

"کک.... کیا مطلب....؟"

"تمہارا دوست ایک ہفتے تک میاؤں میاؤں کرتا رہے گا۔ اس کے بعد عرصے تک اُسے یہ نہیں معلوم ہو سکے گا کہ وہ حقیقتاً کون ہے یا اس کے اور متعلقین بھی ہیں۔ حتیٰ کہ اُسے اپنا نام تک یاد نہیں آئے گا۔"

"نن.... نہیں۔" اچانک رابرٹ خوفزدہ انداز میں بولا۔ "میرے ساتھ یہ مت کرنا۔ میں تمہارے متعلق کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گا۔"

"تیر کمان سے نکل چکا ہے مسٹر لاسکی۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"تمہاری سیکرٹ سروس میرے خلاف حرکت میں آچکی ہے۔ وہ کسی طرح بھی نہیں رکے گی۔"

"میں اپنی بات کر رہا ہوں۔"

"میدان جنگ میں میں اپنے حریف کے فرشتوں پر بھی اعتماد نہیں کر سکتا۔"

وہ پاگلوں کی طرح حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخنے لگا۔ پھر عمران سرنج میں سیال کھینچتا رہا تھا اور رابرٹ لاسکی کی نہ تھکنے والی زبان مغلظات اگلتی رہی تھی۔

خاصی دشواری پیش آئی تھی، اُسے انجکشن دینے میں۔ جوزف نے اُسے بُری طرح دبوچ رکھا تھا اور عمران اُس نس کو ابھارنے کی کوشش کر رہا تھا جس میں سیال انجکٹ کرنا تھا۔

ادھر لاسکی کا ساتھی کسی جانور ہی کی طرح آدمیوں کی اس حرکت سے لاتعلق نظر آرہا تھا اور

اُس کا اندازِ نشست کسی بلی ہی کے سے انداز سے مشابہ تھا۔

وہ عمران کی عم زاد بہنوں سے گفتگو کر رہی تھی اور اماں بی اُس کی شکل تکے جا رہی تھیں۔ اُن کی آنکھیں بالکل خشک تھیں۔ لیکن اُن سے گہرے لگاؤ کا اظہار ہو تا تھا۔ دو ہی دنوں میں ڈیلیا موران نے اُن کا دل اپنے ہاتھوں میں لے لیا تھا۔ اس وقت وہ ان لوگوں سے کہہ رہی تھی کہ وہ اب یہاں سے کہیں اور جانے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔

"میں تم لوگوں کی طرح زندگی بسر کروں گی۔ قطعی بھول جاؤں گی کہ نیوزی لینڈ میں پیدا ہوئی تھی۔" اُس نے کہا اور اماں بی کی طرف دیکھنے لگی لیکن انہیں انگریزی نہیں آتی تھی۔ اس لئے ایک بھتیجی نے ترجمان کے فرائض ادا کئے۔

"اس سے کہہ دو کہ ہم اسے اپنے بیٹے سے بھی زیادہ سمجھیں گے۔" اماں بی بولیں۔

اماں بی کے جذبات کا اظہار اس سے کیا گیا اور وہ اُن کے ہاتھ چومنے لگی۔ پھر جو اماں بی کی آنکھوں سے آنسوؤں کا تار بندھا تو کسی طرح ٹوٹنے کا نام ہی نہیں لیتا تھا۔

اُدھر رحمان صاحب کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا کرنا چاہئے؟ یہاں تو ایک بار پھر سارا گھر ماتم کدہ بن گیا تھا۔ اماں بی سے کچھ کہہ نہیں سکتے تھے۔ ثریا بلوائی گئی اور اس سے کہا گیا کہ وہ انہیں کچھ دنوں کے لئے اپنے گھر لے جائے۔

"یہ سب کچھ فراڈ ہے۔" ثریا چراغ پا ہو کر بولی۔ "آخر اُسے گھر ہی کیوں لایا گیا؟ ڈیڈی بھی عجیب ہیں۔ بیٹے کو منہ نہ لگائیں گے۔ فراڈ بہو کو لا کر سر پر بٹھالیا۔"

"زیادہ بات نہ بڑھاؤ۔" ایک عم زاد بولی۔ "پتا نہیں کیا مصلحت ہے؟ ورنہ کہاں انکل اور کہاں یہ لغویات۔"

"اماں بی تو اُدھ مری ہو رہی ہیں اور وہ یہاں سے جانے پر بھی تیار نہیں ہیں کہہ کہہ کر تھک ہاری ہوں۔"

ثریا نے ڈیلیا کو قطعی منہ نہیں لگایا تھا۔ اسی پر مصر تھی کہ عدالتی کارروائی کے ذریعے اُس کے فراڈ کا پردہ چاک کر دیا جائے۔

اندر کے حالات یہ تھے اور باہر رحمان صاحب کو دوسرا مرحلہ در پیش تھا۔ ڈیلیا کا کوئی بڑا

بھائی بھی نازل ہو گیا۔ رحمان صاحب نے اس کا استقبال ڈرائنگ روم میں کیا تھا اور اُس کی زبان سے عمران کے بارے میں الٹے سیدھے ریمارکس سن رہے تھے۔

"جناب! ہم سب نے اس شادی کی مخالفت کی تھی۔ لیکن وہ نہیں مانی۔ اُسے بلوائیے، میں اُسے واپس لے جاؤں گا۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" رحمان صاحب نے پُر سکون آواز میں کہا۔ "اگر وہ جانا چاہے تو ضرور لے جاؤ۔"

رحمان صاحب نے ڈیلیا کو ڈرائنگ روم میں بلوایا اور وہ اپنے بڑے بھائی کو دیکھ کر ہکا بکا رہ گئی۔

"تم نے اب جو کچھ کیا ہے اسکی کیا ضرورت تھی؟" اُسکے بڑے بھائی نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"کیا میں اُس کے والدین سے نہ ملتی، جو اب اس دنیا میں نہیں ہے؟" اُس نے دردناک لہجے میں کہا۔ "اب یہی میرے بھی والدین ہیں۔"

"تمہیں میرے ساتھ واپس چلنا پڑے گا۔"

"میرے اچھے بھائی، یہ ناممکن ہے۔!"

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔"

"تم جو کچھ بھی سمجھو۔ یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔ میں ان لوگوں کو نہیں چھوڑ سکتی۔"

"بیوقوفی کی باتیں مت کرو۔ یہاں تمہارا کوئی مستقبل نہیں ہے۔"

"میرا مستقبل تو اب یہی لوگ ہیں۔"

"مسٹر! کیا آپ اُسے نہیں سمجھا سکتے؟" اُس کے بھائی نے رحمان صاحب کو مخاطب کیا۔

"نہیں، یہ ہماری روایات کے خلاف ہو گا۔ اگر یہ زندگی بھر ہمارے ساتھ ہی رہنا چاہے تو ہم اسے خوش آمدید کہیں گے۔"

"کیا اسے یہاں کی قومیت کا سرٹیفکیٹ مل جائے گا؟"

"ہاں، ایسا ہو سکتا ہے۔"

"لیکن میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔" بھائی نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "بس دیکھ لینا تم لوگ۔"

"تم سن رہی ہو....؟ یہ تمہارا بھائی کہہ رہا ہے۔" رحمان صاحب نے ڈیلیا سے کہا۔

"اس کے کہنے سے کیا ہوتا ہے۔ میں اپنی مرضی کی مالک ہوں۔"

بہر حال اس کا بھائی غصے میں بھرا ہوا رخصت ہوا تھا.... اور اُسے سوچنے کے لئے تین دن کی مہلت بھی دے گیا تھا۔

"آخر میں کیا کروں، ڈیڈی؟" وہ پُردرد لہجے میں بولی۔

"وہی جو تمہارا دل چاہے۔ یہاں کی نیشنلٹی بھی دلوائی جاسکتی ہے۔ فکر نہ کرو۔ جاؤ آرام کرو تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔"

وہ اُن کا شکریہ ادا کر کے اندر چلی گئی اور رحمان صاحب برآمدے میں نکل کر ٹہلنے لگے۔ شاید انہیں پہلی بار اس قسم کا کوئی تجربہ ہوا تھا کہ اپنی مرضی سے زبان بھی نہیں کھول سکتے.... لہٰذا غصہ کس پر اُترتا۔ ظاہر ہے کہ عمران ہی پر۔ لیکن یہاں بھی یہ مجبوری آپڑی تھی کہ خاموشی کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا۔ اُس پر غصے کا اظہار کرتے تو اس کی زندگی کا راز افشا ہو جاتا۔ لہٰذا اندر ہی اندر جھلتے رہنا پڑا۔ مٹھیاں کبھی کھل جاتیں اور کبھی بھینچ جاتیں اور اب یہ ایک نئی مصیبت یعنی ڈیلیا کا بھائی بھی.... کیا انہیں کوٹھی میں بھی کسی چیز کی تلاش ہو سکتی تھی؟

دفعتاً ٹیلیفون کی گھنٹی بجی اور وہ پھر ڈرائنگ روم میں پلٹ آئے۔

سر سلطان کی کال تھی اور اب وہ انہیں پھر آفیسرز کلب ہی میں بلا رہے تھے۔

"میں آرہا ہوں۔" رحمان صاحب نے کہہ کر ریسیور رکھ دیا۔ گاڑی گیراج سے نکلوائی لیکن اُسے خود ہی ڈرائیو کرتے ہوئے آفیسرز کلب کی طرف روانہ ہو گئے اور وہاں پہنچ کر سر سلطان کو بڑے اچھے موڈ میں دیکھا۔

"حیرت انگیز کارنامہ انجام دیا ہے تم نے۔" وہ پُرجوش لہجے میں بولے۔

"کیا کہہ رہے ہو؟ کون سا کارنامہ؟"

"کیا عمران خود ہی کسی کارنامے سے کم ہے۔"

"اوہ!" وہ بُرا سا منہ بنا کر بولے۔ "مجھے کیوں بلایا ہے؟"

"اُس نے اُن لوگوں سے نپٹنا شروع کر دیا ہے۔"

"کس طرح....؟"

"رابرٹ لاسکی سے تم بھی واقف ہو۔ تمہارا محکمہ بھی کچھ دنوں اُس کے پیچھے رہ چکا ہے۔"

"ہاں.... ہاں.... تو پھر....؟"

"وہ اپنے ایک مہمان سمیت پاگل ہو گیا ہے.... دونوں رحبان چوکی کے قریب والے موٹیل میں مقیم تھے۔"

"پاگل کس طرح ہو گئے؟"

"تفصیل شاید عمران ہی بتا سکے۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ وہ رحبان ہی والی سرحد سے ملک میں داخل ہوا ہے۔"

"رابرٹ لاسکی اب کہاں ہے؟"

"اُسے وہاں سے سفارت خانے میں لایا گیا ہے۔"

"دوسرا کون ہے؟"

"کہتے ہیں کہ اُسی کا کوئی مہمان سیاح ہے۔ حال ہی میں اس کا مہمان ہوا تھا۔"

"آخر اس کا انجام کیا ہو گا؟"

"جب تک عمران مجھ تک نہیں پہنچتا کچھ نہیں کہہ سکتا۔ انہوں نے داخلے کے ہر امکانی راستے کی ناکہ بندی کر رکھی ہے۔ اسی سے اندازہ لگاؤ کہ خود عمران رحبان والے راستے کو محفوظ سمجھتا تھا لیکن وہاں بھی اُسے اُن سے الجھنا پڑا۔"

"لیکن وہ دونوں پاگل ہو گئے۔"

"تمہارے بیٹے کا معاملہ ہے۔" سر سلطان مسکرا کر بولے۔

"اور اب ڈیلیا کا ایک بھائی بھی نمودار ہوا ہے۔" رحمان صاحب نے کہا اور اُس کے بارے میں بتانے لگے۔

"تم فکر نہ کرو... جیسے ہی وہ تمہاری کوٹھی سے برآمد ہوا ہو گا اُس کا تعاقب شروع کر دیا گیا ہو گا۔"

"اب میں سوچ رہا ہوں کہ کیا اُسے کوٹھی میں لے جا کر غلطی کی تھی؟" رحمان صاحب نے پُر تشویش لہجے میں کہا۔

"کسے کوٹھی میں لے جا کر غلطی کی تھی؟"

"ڈیلیا کو...."

"وہ انتہائی دانش مندانہ قدم تھا۔ ورنہ یہ اخبار والے پتا نہیں کیسے کیسے گل کھلاتے۔ اُسے کوٹھی ہی میں روکے رکھو۔ اس وقت میں نے تمہیں اس لئے بلایا ہے کہ شاید اب تمہارا محکمہ بھی

دردِ سر میں مبتلا ہو جائے۔"

"کیا مطلب؟"

"سفارتخانہ تمہارے محکمے کو اس واقعے کی اطلاع دے گا۔"

"یعنی اُن دونوں کے اچانک پاگل ہو جانے کی؟"

"ہاں....!"

"پاگل خانے میرے محکمے کے تحت نہیں آتے۔"

"پوری بات تو سنو۔ فی الحال اس قصے نے دوسرا رخ اختیار کر لیا ہے۔ جھیل والے علاقے میں ایک ایسی جگہ بھی ہے جو قدیم زمانے سے آسیب زدہ سمجھی جاتی رہی ہے۔ موٹیل والے عملے نے اپنا خیال ظاہر کیا ہے کہ شاید وہ دونوں اُدھر جا نکلے ہوں گے۔"

"تو پھر میرے محکمے کو اس سے کیا سروکار؟"

"سفارتخانہ اس پر اصرار کرے گا کہ اس مقام پر چھان بین کی جائے۔"

"کس بات کی چھان بین کی جائے؟"

"یہی کہ انہیں بیک وقت ایک ہی حادثہ کیونکر پیش آیا۔ اس مقام کی آسیب زدگی انہیں محض افسانہ معلوم ہوتی ہے۔"

"دیکھا جائے گا۔ ابھی یہ بات باضابطہ طور پر مجھ تک نہیں پہنچی۔"

"پہنچے گی۔"

"پاگل پن کی نوعیت کیا ہے؟" رحمان صاحب نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

"دونوں موٹیل کی کمپاؤنڈ میں عجیب حالت میں ملے تھے۔ گھٹنوں کے بل چل رہے تھے اور بلیوں کیطرح میاؤں میاؤں کر رہے تھے۔ اسکے علاوہ اور کوئی حرکت نہیں کرتے اور یہ حرکت مستقل ہے۔"

"کمال ہے۔" رحمان صاحب سر ہلا کر رہ گئے۔ "اگر تم عمران کو الزام دے رہے ہو تو یہ کیسے ممکن ہو سکا ہو گا؟"

سر سلطان کچھ نہ بولے۔ پھر رحمان صاحب ہی نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "آخر یہ سلسلہ ختم کیسے ہو گا؟"

"یہی تو میں بھی سوچ رہا ہوں۔"

"بہت بڑا الجھاوا ہے۔"

"کچھ بھی ہو اب تو حالات سے نپٹنا ہی ہے۔"

"اور تم مجھے الزام دیتے ہو، جبکہ وہ میرے لئے ہمیشہ سے اسی طرح دردِ سر بنا رہا ہے۔"

"ان گلوں اور شکووں کا وقت نہیں ہے، رحمان! اُسے کسی نہ کسی طرح مجھ تک پہنچنا چاہئے اور میرا اندازہ ہے کہ وہ لوگ یہی نہیں چاہتے۔ حکومت کے کسی ذمہ دار فرد تک پہنچنے سے پہلے ہی اُسے اپنے قابو میں کر لینا چاہتے ہیں۔"

"سفارتخانے کے کسی آفیسر سے بھی تمہاری گفتگو ہوئی یا نہیں؟" رحمان صاحب نے پوچھا۔

"اسی کے بعد ہی تو تم سے ملنا ضروری ہو گیا تھا۔ ہاں، براہِ راست سفیر سے گفتگو ہوئی ہے۔ لیکن رازداری کی انتہا ہو گئی کہ عمران یا اُس واقعے کا ذکر تک نہیں آیا جس کے لئے اُسے گھیرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔"

"اگر اُس کے دو آدمی پاگل ہو گئے ہیں تو تم سے گفتگو کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ محکمہ خارجہ زکام اور بخار کا معالج تو ہے نہیں۔"

"غالباً مقصد یہ تھا کہ شاید میری ہی زبان سے کوئی ایسی بات نکل جائے جس کی بناء پر اندازہ لگایا جا سکے کہ عمران مجھ تک پہنچ سکا یا نہیں۔"

"تو اس نے تمہیں صرف یہ اطلاع دی تھی کہ اُس کے دو آدمی غیر معمولی حالات میں پاگل ہو گئے ہیں؟"

"ہاں یہی بات ہے اور اس آسیب زدہ جگہ کا ذکر بھی کیا تھا۔"

"اگر ہم تک یہ بات پہنچی تو دیکھیں گے۔" رحمان صاحب آہستہ سے بولے۔

"ضرور پہنچے گی۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ پہنچ بھی چکی ہو تم تو شاید چھٹی پر ہو؟"

"ہاں، ایک ہفتے کا ریسٹ ہے۔"

پھر دونوں ہی خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگے تھے۔

کیپٹن فیاض نے بہت دنوں سے لمبی ڈرائیونگ نہیں کی تھی۔ اس لئے موٹیل تک پہنچتے پہنچتے

حالت تباہ ہوگئی۔ انسپکٹر شاہد بھی ساتھ تھا لیکن اُس نے یہ کہہ کر پیچھا چھڑا لیا تھا کہ اُسے پہاڑی راستوں پر ڈرائیونگ کا کوئی تجربہ نہیں ہے۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ کسی مرحلے پر نروس ہو کر وہ کوئی غلطی کر بیٹھے اور فیاض تو اس قسم کے خطرات مول لینے کا عادی ہی نہیں تھا۔ لہٰذا تان ٹوٹی تھی اسی کی مشقت پر..... بہرحال کسی نہ کسی طرح پہنچ گیا تھا.... موٹیل تک۔

شاہد نے گاڑی سے اُترتے وقت کہا۔ "عجیب مضحکہ خیز سچویشن ہے جناب!"

"کیوں؟ کیا بات ہے؟" فیاض اسے گھورتا ہوا بولا۔

"یہی کہ اب ہم آسیبوں اور جنوں سے پوچھ گچھ کرتے پھریں گے۔"

"فضول باتیں مت کرو۔ میں صرف موٹیل کے عملے سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"جی ہاں اور کیا.... یہی ہونا بھی چاہئے۔"

"ارے، تو کیا تم اُس جگہ جاتے ہوئے ڈرتے ہو، جہاں یہ واقعہ پیش آیا ہوگا۔"

"نن.... نہیں تو....!"

"ظاہر ہے کہ اُن لوگوں سے گفتگو کرنے کے بعد میں وہاں بھی جاؤں گا۔"

"کیا فائدہ، جناب! میں تو یہ عرض کر رہا تھا کہ خواہ مخواہ وقت ضائع ہوگا۔ آسیب... ہونہہ۔"

"تو پھر وہ دونوں ایک ساتھ کیسے پاگل ہو گئے؟"

شاہد کچھ نہ بولا۔ وہ دونوں موٹیل کے اندر آئے اور کیپٹن فیاض نے کاؤنٹر پر منیجر کے بارے میں پوچھا۔

"وہ تو موجود نہیں ہیں۔" کاؤنٹر کلرک بولا۔ "فرمایئے، میرے لائق کوئی خدمت؟"

کیپٹن فیاض نے اپنا کارڈ کاؤنٹر پر رکھ دیا۔

"اوہ.... جناب...." کاؤنٹر کلرک نے طویل سانس لی اور مضطربانہ انداز میں ہاتھ ملتا ہوا بولا۔ "فرمایئے جناب....!"

"اُن دونوں کے بارے میں پوچھ گچھ کرنی ہے۔"

"حیرت انگیز جناب! ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا۔ وہ دونوں اب کیسے ہیں؟"

"اُن کے بارے میں صحیح جوابات کون دے سکے گا؟"

"فرمایئے، جناب میرے سامنے کا واقعہ ہے۔ قریباً رات کو دس بجے.... وہ کمپاؤنڈ میں بلیوں

کی طرح دوڑتے اور میاؤں میاؤں کرتے نظر آئے ہیں۔ان کے کپڑے جگہ جگہ سے پھٹے ہوئے تھے۔ پہلے تو ہم لوگ یہی سمجھے کہ بہت زیادہ پی گئے ہیں.... لیکن جب اُن کی حالت صبح تک ایسی ہی رہی تو بات کو آگے بڑھانا پڑا۔ بہر حال سفار تخانے والے انہیں یہاں سے لے گئے۔"

"اُن دونوں کے ساتھ اور کون مقیم تھا یہاں؟"

"کوئی بھی نہیں.... اور وہ دونوں ایک ہی کمرے میں مقیم تھے۔"

"کسی ایسے آدمی کو جانتے ہو جس کا اٹھنا بیٹھنا اُن کے ساتھ رہا ہو۔"

"نہیں جناب! ہم اس حد تک توجہ کسی پر بھی نہیں دے سکتے۔ ہو سکتا ہے وہ کچھ لوگوں سے ملتے بھی رہے ہوں۔"

"کیا اُن کا وہ کمرہ اب بھی خالی ہے؟"

"جی ہاں۔"

فیاض کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ایک سفید فام عورت ہال میں داخل ہوئی۔ وہ بہت غصے میں معلوم ہوتی تھی۔اونچی آواز میں کسی کو بُرا بھلا کہتی جارہی تھی اور سیدھی کاؤنٹر کی طرف آئی تھی۔

"کیا یہاں مجھے کوئی ایسا آدمی نہیں مل سکتا؟" وہ کاؤنٹر پر ہاتھ مار کر زور سے بولی۔

"کیسا آدمی محترمہ؟" کاؤنٹر کلرک نے ادب سے پوچھا۔

"سب ڈرپوک ہیں پتہ نہیں کیسا خطہ ہے؟" وہ فرش پر پیر پٹخ کر بولی۔ فیاض اُسے خاموشی سے دیکھتا رہا۔

"میں کچھ نہیں سمجھا محترمہ!" کلرک تھوک نگل کر بولا۔

"میں وہاں جانا چاہتی ہوں جہاں انہیں وہ حادثہ پیش آیا تھا لیکن کوئی بھی میری رہنمائی کرنے پر تیار نہیں۔"

فیاض نے طویل سانس لی اور اُسے دلچسپی سے دیکھنے لگا۔ جوان العمر اور خاصی تندرست عورت تھی۔ جین اور جیکٹ میں ملبس تھی اور کاندھے سے کیمرہ لٹک رہا تھا۔

"وہاں جانے پر تو کوئی بھی تیار نہیں ہوگا محترمہ! کبھی کوئی اُدھر نہیں جاتا۔"

"پھر انہیں کون لے گیا تھا؟" وہ پھاڑ کھانے والے لہجے میں بولی۔

"پتا نہیں۔ یہ قیاساً کہا جارہا ہے کہ وہ اُدھر ہی گئے ہوں گے۔ تبھی اس حال کو پہنچ گئے۔ یہاں

کے بوڑھے ماہی گیروں کا خیال ہے کہ دوسری جنگ عظیم کے بعد سے کسی نے اُدھر کا رخ نہیں کیا۔" کلرک نے کہا۔

"تو یہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ اُدھر گئے تھے؟"

"نہیں، محض قیاس ہے۔"

"وہ یہاں سے کتنی دیر غائب رہے تھے؟"

"شاید صبح نو بجے انہوں نے کمرے کی کنجی کاؤنٹر پر دی تھی۔ اُسکے بعد سے باہر ہی رہے تھے۔"

"اُن کے ساتھ اور کون تھا؟"

"پتہ نہیں محترمہ! اس سوال کا جواب ابھی تک کوئی نہیں دے سکا۔ آپ دونوں.... حضرات بھی یہی معلوم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔" کاؤنٹر کلرک نے فیاض کی طرف دیکھ کر کہا۔

"آپ لوگ کون ہیں؟"

فیاض نے اپنا کارڈ اُس کی طرف بڑھا دیا۔

"اوہ! پولیس۔"

"اور آپ کون ہیں؟" فیاض نے اس سے پوچھا۔

"میں، لنڈن ٹائمز کی نمائندہ ہوں۔ ہلدا ریچویل نام ہے۔"

"کیا آپ اُن دونوں کی موجودہ کیفیت کے بارے مین کچھ بتا سکیں گے؟"

"میرے علم کے مطابق وہ اب بھی اسی حال میں ہیں۔"

"یعنی بلیوں کی سی آوازیں نکال رہے ہیں؟"

"جی ہاں اور یہ قطعی غیر معمولی بات ہے۔ اسے دیوانگی نہیں کہا جاسکتا۔ ایک ہی قسم کے دو پاگل آج تک میری نظر سے نہیں گزرے۔"

"ہو سکتا ہے کسی خوفناک بلی کو دیکھ کر ڈر گئے ہوں۔" انسپکٹر شاہد بولا اور فیاض اُسے گھور کر رہ گیا۔

"میں وہ جگہ دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"کہاں ہے وہ جگہ؟" کیپٹن فیاض نے کلرک سے پوچھا۔

"جھیل کے اندر کچھ چٹانیں ہیں۔"

"خشکی سے راستہ جاتا ہے؟"

"جی نہیں۔ کشتی کے بغیر رسائی ناممکن ہے وہاں۔"

"تب تو نہایت آسانی سے اس کی تصدیق کی جاسکتی ہے کہ وہاں گئے تھے یا نہیں۔ بستی کا کوئی ماہی گیر ہی انہیں وہاں لے گیا ہوگا؟"

"ناممکن جناب! کوئی ماہی گیر اُن چٹانوں کے قریب سے بھی نہیں گزرتا۔"

"پھر کیسے قیاس کرلیا گیا کہ وہ وہاں گئے ہوں گے؟"

"خدا جانے.... مجھے بھی اس پر حیرت ہے۔"

فیاض نے ہلدا ریچویل سے پوچھا۔"کیا آپ اُن چٹانوں کو دیکھنا چاہتی ہیں؟"

"ہاں، میں دیکھنا چاہتی ہوں اگر وہ واقعی وہیں اس حال کو پہنچے ہوں گے تو مجھے اندازہ ہو جائے گا کیونکہ میں وچ کرافٹ میں بھی کسی قدر دخل رکھتی ہوں۔"

"تو پھر آیئے میرے ساتھ۔"

"ٹھیک ہے۔ ہو سکتا ہے آپ اپنے عہدے کی وجہ سے کسی کو رہنمائی پر آمادہ کرلیں۔"

"وہ جگہ جھیل کے اندر ہے.... کچھ چٹانیں ہیں۔"

"اوہ تو کشتی کے بغیر وہاں تک پہنچنا ممکن نہ ہوگا۔"

"دیکھیں گے.... آیئے....!"

وہ ہال سے باہر آئے۔ کاؤنٹر کلرک انہیں عجیب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ ہال میں اس وقت ان کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ جب وہ گفتگو کررہے تھے۔

فیاض نے اپنی گاڑی کے قریب ہی ایک اسپورٹس کار بھی کھڑی دیکھی اور ہلدا سے پوچھا۔

"کیا وہ آپ کی گاڑی ہے؟"

"جی ہاں۔"

"اسے یہیں چھوڑ دیجئے۔ میرے ساتھ چلئے۔"

"اس تعاون کا بہت بہت شکریہ، کیپٹن!"

فیاض نے اگلی سیٹ کا دروازہ اُس کے لئے کھولا.... اور اُس کے بیٹھ جانے کے بعد خود اسٹیئرنگ سائیڈ پر جابیٹھا۔ انسپکٹر شاہد پچھلی سیٹ پر بیٹھا تھا۔ گاڑی حرکت میں آگئی اور فیاض نے ہلدا سے کہا۔"ہم جھیل کے کنارے والی بستی میں چل رہے ہیں۔"

"میں بہت بڑے بڑے آسیبی واقعات دیکھ چکی ہوں اور اُن سے متعلق دو کتابیں بھی لکھی ہیں۔ میں ارواح کے وجود پر یقین رکھتی ہوں۔"

"میں تو سمجھتا تھا کہ مغرب اتنا ضعیف الاعتقاد نہیں ہے۔"

"ایسے حالات سے دوچار ہونے سے قبل سبھی انہیں ضعیف الاعتقادی ہی سے تعبیر کرتے ہیں لیکن مجھے ان کا تجربہ ہو چکا ہے۔"

"میں آپ کی وہ دونوں کتابیں ضرور پڑھوں گا.... کس نام سے لکھتی ہیں؟"

"اسی نام سے۔"

"بدقسمتی ہے کہ وہ کتابیں میری نظر سے نہیں گزریں۔"

"میں آپ کو بھجوادوں گی۔"

"بہت بہت شکریہ۔ مجھے ایسا لٹریچر پسند ہے۔"

"میں تو پہلے ہی سمجھ گئی تھی کہ آپ کو بھی اس سے دلچسپی ہے۔ ورنہ آپ بھی وہاں جانے سے دامن بچاتے۔"

"نہیں، مجھے تو جانا ہی پڑتا۔ ہم ہر امکان کا جائزہ لیتے ہیں۔" وہ جلد ہی بستی میں پہنچ گئے۔ لیکن جہاں تک جھیل میں دیکھ سکتے تھے وہاں ویسی چٹانیں کسی جگہ بھی نظر نہیں آئیں۔

فیاض نے چند ماہی گیروں سے گفتگو کرنے کے بعد اندازہ لگایا کہ وہ تو اس کا ذکر بھی سننا پسند نہیں کرتے تھے۔ سبھوں کی زبانوں پر تالے لگے رہے۔ بڑی دشواری سے ایک بوڑھے ماہی گیر نے اتنا ہی بتایا تھا کہ ہم لوگ اس کے ذکر کو بھی نحس سمجھتے ہیں۔"

"آخر کوئی وجہ....؟ کیا پہلے بھی وہاں ایسا کوئی حادثہ ہوا ہے؟"

"جرمنی والی جنگ کے زمانے میں بھی ایک صاحب پاگل ہو گیا تھا، وہاں جاکر کتوں کی طرح بھونکنے لگا تھا۔" بوڑھے نے کہا۔

"اس کے علاوہ اور کوئی واقعہ؟"

"میں نے اپنے بچپن میں باپ دادا سے اس کے بارے میں بہت سی ڈراونی کہانیاں سنی تھیں۔"

"مگر وہ ہیں کہاں؟"

"یہاں سے کوئی ڈھائی میل پر۔"

"تو ہمیں کوئی کشتی بھی نہیں مل سکے گی؟"

"اس وقت ساری کشتیاں جھیل ہی میں ہیں۔ کوئی بھی کنارے پر نہیں۔"

شاہد نے کھنکھار کر کہا۔ "میرا خیال ہے اُدھر ہٹس میں رہنے والوں کے لئے ایک آدھ موٹر بوٹ بھی ہوتی ہے۔ کیوں نہ ہم وہاں کوشش کریں؟"

"اچھا خیال ہے۔" فیاض سر ہلا کر بولا۔ "اُدھر ہی چلتے ہیں۔"

"اب کیا ہوگا؟" ہلدا نے پوچھا.... اور فیاض اُسے بتانے لگا کہ کسی طرح وہ ایک موٹر بوٹ حاصل کر سکتے ہیں۔

"موٹر بوٹ ہی مناسب ہوگی۔"

"تاکہ بھاگنے میں آسانی ہو۔" انسپکٹر شاہد ہونٹوں ہی میں بڑبڑا کر رہ گیا۔ وہ کسی حد تک خائف تھا۔ اُدھر نہیں جانا چاہتا تھا لیکن فیاض کی مخالفت بھی نہیں کر سکتا تھا اس لئے جبڑے بھینچے بیٹھا رہا۔ دل ہی دل میں خود کو گالیاں دے رہا تھا کہ خواہ مخواہ موٹر بوٹ کی کیوں سجھا بیٹھا۔

گاڑی ہٹس کی طرف روانہ ہوگئی۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہاں کے لوگ اتنے ڈرپوک کیوں ہیں؟" ہلدا نے کہا۔

"وہ وچ کرافٹ کے ماہر نہیں ہیں، محترمہ!" فیاض بولا۔

"اس کے باوجود بھی انہیں اتنا ڈرپوک نہیں ہونا چاہئے۔"

"دراصل ہم لوگ نادیدہ اشیاء سے ڈرتے ہیں۔ ویسے شیروں کا شکار نیزوں سے کرتے ہیں۔"

"آخر اب تک آپ لوگوں نے پتا کیوں نہیں لگایا کہ اُن چٹانوں میں کیا ہے؟"

"مجھے تو یہی علم نہیں تھا کہ یہاں کوئی ایسی آسیب زدہ جگہ بھی ہے۔ یہ بات تو اُن دونوں کے پاگل ہو جانے کے بعد سامنے آئی ہے۔"

"بہر حال مجھے مایوسی ہوئی۔"

"اتنی بھی نہ ہونی چاہئے۔ آخر ہم دونوں اسی لئے تو نکلے ہیں کہ اُن چٹانوں کو بھی دیکھ لیں۔"

ہٹس کے قریب پہنچ کر فیاض نے گاڑی روک دی۔ لیکن انہیں اُس گھاٹ پر کوئی موٹر بوٹ نہ دکھائی دی۔ انسپکٹر شاہد نے چوکیدار سے اس سلسلے میں استفسار کیا۔

"تھی تو جناب! ایک موٹر بوٹ۔" چوکیدار نے کہا۔ "لیکن آج صبح کچھ صاحب لوگ اُسے

مچھلیوں کے شکار پر لے گئے ہیں۔"

"فی الحال کچھ بھی نہیں ہو سکتا، محترمہ!" کیپٹن فیاض نے ہلدا سے کہا۔"موٹر بوٹ بھی موجود نہیں ہے۔"

"خواہ مخواہ میرا وقت ضائع ہوا۔"

"کیا آپ اُن دونوں سے ذاتی طور پر واقف ہیں؟"

"نہیں تو.... لیکن یہ ایک حیرت انگیز واقعہ ہے۔ بڑی اچھی کہانی رہے گی۔"

"کہانی ہی بنانا ہے تو تصورات کی رنگ آمیزی سے کام لیجئے۔"

"میں جھوٹ نہیں لکھتی۔" وہ بُرا سا منہ بنا کر بولی۔

"بہر حال مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکا۔"

"سوال تو یہ ہے کہ آپ لوگ تفتیش کس طرح کریں گے؟"

"آسیبی نکتہ نگاہ سے ہم ویسے بھی تفتیش نہ کرتے۔ پولیس اگر توہمات کے پیچھے پڑ جائے.... تو چل چکا اس کا کام۔"

"اب کہئے تو میں کہوں "واقعی" اور غائب ہو جاؤں۔" ہلدا ہنس کر بولی۔

"میں اسے بھی فریب نظر ہی سمجھوں گا۔"

"بہت مشکل پسند معلوم ہوتے ہیں آپ!"

"ہم محنت کے عادی ہوتے ہیں۔" فیاض نے کہا اور شاہد سے بولا۔"چوکیدار کو ادھر بلا لاؤ۔"

چوکیدار کو جب معلوم ہوا کہ پولیس والوں سے سابقہ ہے تو کسی قدر نروس نظر آنے لگا۔

"تو وہ دونوں موٹر بوٹ لے گئے تھے؟" فیاض نے اُس سے سوال کیا۔

"کون دونوں جناب؟"

"وہی جو بلیوں کی طرح بولنے لگے تھے؟"

"نہیں جناب! وہ موٹر بوٹ تو نہیں لے گئے تھے۔"

"تمہیں یقین ہے؟"

"جی جناب!"

"ڈیوٹی تبدیل نہیں ہوتی تمہاری؟"

"جی میں یہیں رہتا ہوں۔"

"اور کبھی سوتے بھی نہیں؟"

"سوتا ہوں جناب!"

"تو پھر ہو سکتا ہے اس وقت لے گئے ہوں جب تم سو رہے ہو؟"

"جس رات وہ اس حال میں ملے ہیں۔ اُس دن کشتی خراب تھی اور اس کی مرمت ہوتی رہی تھی۔ دن یا رات کو کسی وقت بھی استعمال نہیں کی گئی تھی۔"

"تو پھر بتاؤ وہ اُن چٹانوں تک کیسے پہنچے ہونگے؟ اور دیوانگی کی حالت میں واپس کیسے آئے ہونگے؟"

"میں کیا جانوں صاحب؟"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔" فیاض اپنے بے تکے سوال پر خود ہی جزبز ہو کر بولا۔ "یہ معلوم کرنا بے حد مشکل ہے کہ وہ کس طرح پاگل ہو گئے ہوں گے۔" فیاض نے شاہد سے کہا۔

"میں تو کہتا ہوں جناب کہ ہمیں خواہ مخواہ الجھایا گیا ہے، اس معاملے میں یہی کیا ضروری ہے کہ وہ سچ مچ پاگل ہو گئے ہوں۔"

"پھر تم کیا سمجھتے ہو؟"

"ارے جناب! ہو سکتا ہے کہ کسی قسم کی جوابدہی سے بچنے کے لئے انہوں نے یہ ڈھونگ رچایا ہو۔ کوئی بڑا غبن کیا ہو۔ سفارتخانے میں۔"

"میرا خیال ہے کہ تم ٹھیک کہتے ہو۔ ورنہ بیک وقت دونوں پر یکساں کیفیت کا طاری ہونا سمجھ میں آنے والی بات نہیں ہے۔"

"کیا تم لوگ اخلاقاً بھی انگلش میں گفتگو نہیں کر سکتے؟ میں احمقوں کی طرح کھڑی ہوئی ہوں۔"

"بات یہ ہے محترمہ کہ ہم اس نظریئے کے قائل ہی نہیں ہیں کہ وہ سچ مچ پاگل ہو گئے ہیں۔"

"اوہو! پھر کیا سمجھتے ہو؟"

"محض ڈھونگ۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟"

"ایسی باتیں بھی کبھی ہوتی رہتی ہیں۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ وہ کسی قسم کی جوابدہی سے بچنا چاہتے ہوں۔"

"میں نے بھی پہلے یہی سوچا تھا۔" ہلدا سر ہلا کر بولی۔ "لیکن اب اُس آسیبی جگہ کو دیکھے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کر سکتی۔"

"اُسے شاید کسی طرح بھی نہ دیکھ سکیں۔ یہاں کا کوئی فرد آپ کو وہاں لے جانے پر تیار نہ ہوگا۔"

"میں اور کوئی انتظام کروں گی۔ ایلومنیم کی ہلکی کشتی لاؤں گی اور اُسے پتواروں سے کھے کر وہاں تک لے جاؤں گی۔"

"میں آپ کو اس کا مشورہ ہرگز نہیں دوں گا۔"

"کیوں؟ اس میں کیا قباحت ہے؟"

"ہم اور کوئی حادثہ نہیں ہونے دیں گے۔ فی الحال میں سوچ رہا ہوں کہ کچھ دنوں کے لئے جھیل میں کشتی رانی بند کرادوں۔"

"نہیں کیپٹن پلیز! پہلے مجھے اس معاملے کی چھان بین کر لینے دیجئے۔ پھر کوئی ایسا قدم اٹھائیے گا۔"

فیاض کسی سوچ میں پڑ گیا۔ پھر بولا۔ "کیا آپ اتنی دیر ٹھہر سکیں گی کہ وہ موٹر بوٹ واپس آجائے؟"

"میں یہیں مقیم ہوں۔ موٹیل میں کمرہ لے لیا ہے۔"

"اچھی بات ہے تو موٹر بوٹ کی واپسی کا انتظار کیجئے۔"

"لیکن پہلے یہ ثابت ہونا چاہئے کہ وہ دونوں وہاں گئے تھے۔" شاہد بولا۔

"یہ بھی قاعدے کی بات ہے۔" فیاض نے کہا۔

"اس کے باوجود بھی میں اُس آسیب زدہ جگہ کو دیکھنا چاہتی ہوں جس سے یہاں کے لوگ اس حد تک خائف ہیں۔"

شاہد نہیں چاہتا تھا کہ وہاں جانا پڑے، لہٰذا بولا۔ "فرض کیجئے وہ کسی طرح وہاں پہنچ بھی گئے ہوں لیکن پاگل ہو جانے کے بعد واپسی کس طرح ہوئی؟"

"اب تو اس سے بحث ہی نہیں ہے۔" فیاض نے کہا۔ "محترمہ ہر حال میں وہاں جانا چاہتی ہیں۔"

"تو کیا آپ جائیں گے؟"

"اخلاقاً نہیں تنہا نہیں چھوڑا جا سکتا۔"

"بہت بہت شکریہ کیپٹن!"

اور شاہد نے دل ہی دل میں کیپٹن کو ایک گندی سی گالی دی۔ یہ عورت بھی اب اسے زہر ہی

لگ رہی تھی۔

"اگر موٹر بوٹ شام کو آئی تو؟" اُس نے کہا۔

"ہم اُسے صبح تک روکے رکھیں گے۔ کہہ دیں گے کہ وہ دوسرے دن ہمارے علاوہ اور کسی کو نہ دی جائے۔"

"تو آپ رات کو یہیں قیام فرمائیں گے؟"

"مجبوری ہے۔ تم جانا چاہو تو واپس جاسکتے ہو۔ میں محترمہ ہلدا کی گاڑی میں واپس آجاؤں گا۔"

"ضرور ضرور" ہلدا اظہار مسرت کرتی ہوئی بولی۔

شاہد کی جان میں جان آئی۔ ۔ اور اُس نے منہ سکھا کر کہا۔ "اچھی بات ہے تو میں واپس چلا جاؤنگا۔"

اور یہی ہوا بھی تھا۔ ہلدا کیپٹن فیاض کو اپنے کمرے میں لے آئی اور بولی "آپ کو دوسرا کمرہ لینے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ یہیں رہئے گا۔"

"بہت بہت شکریہ۔" فیاض مسکرا کر بولا۔ "لیکن یہ مناسب نہیں۔ اگر کسی مقامی اخبار کے رپورٹر کو معلوم ہو گیا تو اسکینڈل بن جائے گا۔"

"یہاں لوگ نہ جانے کس قسم کے ہیں؟ میری سمجھ میں تو نہیں آتے۔" وہ جھنجھلا کر بولی۔

شام کو وہ پھر ہٹوں والے گھاٹ پر آئے لیکن موٹر بوٹ ابھی تک واپس نہیں آئی تھی۔

"پتا نہیں کس قسم کے شکاری ہیں۔" ہلدا جھنجھلا کر بولی۔

"مچھلیوں کے شکار سے زیادہ احمقانہ تفریح اور کوئی نہ ہو گی۔" فیاض نے اظہارِ خیال کیا۔

"یہاں کے لوگ ہر کام ضرورت سے زیادہ کرتے ہیں۔" ہلدا بولی۔ "میں نے یہی اندازہ لگایا ہے وہ اس چکر میں ہوں گے کہ ساری جھیل آج ہی خالی کر دیں۔"

"آپ ہم لوگوں سے بہت زیادہ بدگمان معلوم ہوتی ہیں۔"

"میں حقائق کی بناء پر اظہار خیال کر رہی ہوں۔ گمان یا بدگمانی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

کچھ دیر بعد موٹر بوٹ کے انجن کا شور سنائی دیا تھا اور ہلدا خوش ہو کر بولی۔ "خدا کا شکر ہے۔"

پھر موٹر بوٹ بھی دکھائی دی جس کا رخ گھاٹ کی طرف تھا۔ وہ گھاٹ سے آلگی اور اُس پر سے تین افراد اترے۔ دو سفید فام غیر ملکی تھے اور تیسرا مقامی آدمی۔ مقامی آدمی شاید موٹیل کا ملازم تھا۔

"دیکھا آپ نے۔" فیاض مسکرا کر بولا۔ "یہ حماقت آپ ہی کی نسل کے لوگوں سے سرزد

ہو رہی تھی۔"

ہلدا کچھ نہ بولی۔ دونوں سفید فام ہٹوں کی جانب چلے گئے اور مقامی آدمی موٹر بوٹ ہی میں بیٹھا رہا۔ شاید موٹر بوٹ کو وہی اسٹیئر کرتا تھا۔ فیاض نے اُسے اشارے سے قریب بلایا۔

"جی فرمائیے؟" وہ قریب پہنچ کر بولا۔

"موٹر بوٹ صرف تم ہی چلاتے ہو یا اور کوئی بھی ہے؟"

"صرف میں ہی چلاتا ہوں۔"

"یہ دونوں کہاں گئے تھے؟"

"گھوم پھر رہے تھے۔"

"سارا دن گھومتے پھرتے رہے۔"

"جی ہاں، جناب!"

"میں ایک پولیس آفیسر ہوں۔ لہٰذا تم جھوٹ قطعی نہیں بولو گے۔"

"نہیں جناب! میں جھوٹ کیوں بولنے لگا۔"

"آسیب زدہ چٹانوں کی طرف بھی گئے تھے؟"

"وہ دیکھنا چاہتے تھے۔"

"وہاں کیا ہے؟"

"قریب کون جاتا ہے صاحب! بس دور سے دکھا دیا تھا۔"

"انہوں نے تمہیں قریب جانے پر مجبور نہیں کیا؟"

"وہ تو کہہ رہے تھے صاحب! لیکن میں تیار نہیں ہوا۔ اب رات کو وہ خود ہی موٹر بوٹ لے جائیں گے۔"

"نہیں، موٹر بوٹ اب کسی کو نہیں دی جائے گی۔" فیاض نے سخت لہجے میں کہا۔

"منیجر صاحب کی اجازت سے بوٹ ملتی ہے جناب!"

"کیا وہ اجازت لے چکے ہیں؟"

"جی نہیں، اب لیں گے۔"

فیاض ہلدا کی طرف مڑ کر بولا۔ "ہمیں فوراً واپس چلنا چاہئے۔"

"کیوں؟" وہ اُسے غور سے دیکھتی ہوئی بولی۔

فیاض اسے دونوں سفید فاموں کے بارے میں بتانے لگا جو ابھی ابھی موٹر بوٹ سے اُترے تھے۔

"تب پھر میں اُنہی کے ساتھ چلی جاؤں گی۔"

"آپ آیئے تو...." وہ اُس کی گاڑی کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

پھر وہ موٹیل کی طرف واپس آئے۔ اس وقت منیجر اپنے آفس میں موجود تھا۔ کاؤنٹر کلرک نے شاید اُسے پہلے سے آگاہ کر دیا تھا۔ اس لئے آفس سے نکل کر اس نے فیاض کا استقبال کیا۔

دونوں پاگلوں سے متعلق اس نے بھی وہی بتایا جو کلرک سے معلوم ہوا تھا۔ پھر فیاض نے اُسے تاکید کی کہ موٹر بوٹ کسی کو بھی نہ دی جائے۔ ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ دونوں سفید فام بھی وہاں پہنچ گئے۔ فیاض خاموش ہو گیا۔ اُن دونوں نے منیجر سے بوٹ کے حصول کیلئے بات کرنی چاہی۔

"مجھے افسوس ہے۔" منیجر بولا۔ "مجھے ان آفیسر سے ہدایت ملی ہے کہ موٹر بوٹ کسی کو بھی نہ دوں۔"

وہ فیاض کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"کیوں جناب! اس میں کیا قباحت ہے؟" اُن میں سے ایک بولا۔

"ہم نہیں چاہتے کہ انسان نما بلیوں کی تعداد میں اضافہ ہو۔" فیاض مسکرا کر بولا۔

"ہم وہاں نہیں جائیں گے۔"

"مجھے افسوس ہے مسٹر!"

دفعتاً ہلدا بول اٹھی۔ "یہ پولیس آفیسر خود اُن پہاڑیوں کا جائزہ لینا چاہتا ہے لیکن کوئی کشتی نہیں مل رہی۔ اس لئے یہ خود ہی اُس موٹر بوٹ کو لے جائے گا۔"

"اوہ! تب تو بہت اچھا ہے۔" سفید فام آدمی بولا۔ "اس طرح ہم تین ہو جائیں گے۔ پھر تو کوئی مسئلہ نہیں رہا۔"

اور پھر ذرا ہی سی دیر میں اُنہوں نے فیاض کو اس پر آمادہ کر لیا تھا کہ وہ بھی اُس کے ساتھ وہاں تک جائیں گے۔

"کیا تم لوگوں کا تعلق سفارت خانے سے ہے؟"

"نہیں، ہم لوگ سیاح ہیں اور اس جگہ کو دیکھنا چاہتے ہیں۔"

"یہ اخباری رپورٹر ہیں اور میرے ساتھ جانا چاہتی ہیں۔" فیاض نے ہلدا کی طرف دیکھ کر کہا۔

"کشتی پر چار سے زیادہ افراد کی گنجائش ہے۔" سفید فام بولا۔
اور پھر یہ بات طے پا گئی تھی کہ وہ چاروں ہی جائیں گے۔

صفدر اُن چاروں سے زیادہ دور نہیں تھا۔ اُس نے اُن کی ساری باتیں سنی تھیں۔ کمرے میں واپس آکر عمران کو رپورٹ دی تھی۔

"یہ فیاض کہاں سے آدھمکا؟" عمران بھنا کر بولا۔

"ظاہر ہے اُسے تو بلی بنانے سے رہے آپ!" صفدر نے کہا۔

"یہ ان چٹانوں کا چکر بھی خوب ہی رہا۔ مجھے تو علم ہی نہیں تھا کہ ان اطراف میں کوئی ایسی جگہ بھی ہے۔"

"کیا خیال ہے؟ اب وہ سب انہی چٹانوں پر یلغار کریں گے؟" صفدر نے پوچھا۔

"اگر اُن دونوں کو بھی بلی بنا دیا جائے تو ایسا ہی ہو گا۔" عمران نے جواب دیا۔

"کیا وہ عورت ہلدا بھی انہی لوگوں سے تعلق رکھتی ہے؟"

"پتہ نہیں لیکن وہ دونوں تو یقینی طور پر اُنہی کے ایجنٹ ہیں۔"

"سوال تو یہ ہے کہ اُن پر کیسے قابو پایا جائے؟"

"ان کا قیام کہاں ہے؟"

"ہٹ نمبر گیارہ میں۔"

"معلوم کرو..... وہ رات ہی کو تو کسی وقت روانہ نہیں ہو جائیں گے۔" عمران نے کہا۔

"جیمسن وہیں موجود ہے۔ بقیہ رپورٹ اس سے مل جائے گی۔"

"وہ کریک ہے۔ غیر ضروری مواد اکٹھا کر کے میرے سامنے رکھ دے گا۔ نہیں تم بھی جاؤ۔"

"جیسی آپ کی مرضی۔" کہہ کر وہ چلا گیا۔

یہ تینوں میک اپ میں تھے اور ایک ہی کمرے میں مقیم تھے۔ اس موٹیل میں ایسے کمرے بھی تھے جہاں چار چار بستروں کا انتظام ہو جاتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد جیمسن تنہا واپس آیا جس کا مطلب یہ تھا کہ صفدر کے لئے کوئی اضافی کام نکل ہی آیا ہے۔

"فرمایئے کیا خبر ہے؟" عمران اُسے گھورتا ہوا بولا۔

وہ وہی کہانی دہرانے لگا جو عمران صفدر سے بھی سن چکا تھا۔ البتہ اضافہ صرف اس قدر تھا کہ اس میں ہلدا کے حسن کی تعریف بھی شامل ہو گئی تھی اور جیمسن کو اس کی یہ ادا بہت بھلی لگی تھی کہ وہ ہر بات کے اختتام پر اپنے ہونٹ بند کر کے ایک خاص انداز میں ہلکی سی جنبش دیتی تھی۔

"تمہیں اُس جنبش پر کیا محسوس ہوتا تھا۔" عمران نے بے حد سنجیدگی سے پوچھا۔

"بس یہ محسوس ہوتا تھا، یور میجسٹی! جیسے دل پہلو سے نکل جائے گا۔"

"لہٰذا اگر میں اُس پہلو کی ہڈیاں توڑ دوں تو اُسے نکل جانے میں آسانی ہو جائے گی۔" عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

"ارے تو آپ یک بیک ناراض کیوں ہو گئے؟"

"وہ کس وقت روانہ ہوں گے؟"

"یہ تو مجھے نہیں معلوم۔ بس اسی پر اتفاق ہو گیا تھا کہ چاروں ساتھ جائیں گے۔"

"اب وہ کہاں ہیں؟"

"وہ دونوں تو ہٹس کی طرف چلے گئے ہیں اور کیپٹن فیاض ہلدا کے کمرے میں ہے۔"

"حالانکہ اس کی بجائے تمہیں ہونا چاہئے تھا، ہلدا کے کمرے میں۔"

"اب میں کیا عرض کروں۔" جیمسن نے دانت نکال دیئے۔

اتنے میں صفدر بھی واپس آ گیا اور اُن دونوں کی گفتگو کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔

"فیاض کے سامنے دونوں اس بات پر متفق ہو گئے تھے کہ کل صبح روانگی ہو گی۔" صفدر نے اطلاع دی۔ "لیکن وہ رات ہی کے کسی حصے میں موٹر بوٹ کو لے بھاگیں گے۔"

"کیا وہ دو ہی ہیں؟" عمران نے پُر تفکر لہجے میں پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ اس طرف یہی چار تھے اور وہ عورت حقیقتاً لنڈن ٹائمز کی رپورٹر ہے۔"

"تب تو ہمیں جلدی کرنی چاہئے۔" عمران نے کہا۔ "ٹھیک اُس وقت اُن پر چھاپہ ماریں گے جب وہ کشتی لے جا رہے ہوں۔"

"اور پھر....؟" صفدر نے پوچھا۔

"اور پھر ہم بھی نکل چلیں گے۔ جوزف جانتا ہے کہ اُسے کیا کرنا ہے اور کہاں پہنچنا ہے۔ تم اُن

دونوں پر نظر رکھو۔ ظاہر ہے کہ وہ چوکیدار کی آنکھوں میں دھول جھونک کر ہی کشتی لے جا سکیں گے۔"

"کیا انہیں بھی انجکشن دیں گے یور میجسٹی؟" جیمسن نے پوچھا۔

"یقیناً.... ورنہ پھر فائدہ ہی کیا۔"

"کیسا فائدہ؟" صفدر نے پوچھا۔

"جھیل کے درمیان یہ پُر اسرار چٹانیں اتفاقاً دریافت ہو گئی ہیں تو پھر کیوں نہ اُن سے فائدہ اٹھایا جائے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"اگر یہ دونوں بھی بلی بن گئے تو وہ سارے لوگ انہی چٹانوں پر ٹوٹ پڑیں گے جو مختلف مقامات پر میری تاک میں ہیں۔"

"تدبیر تو خوب ہے۔" صفدر سر ہلا کر بولا۔ "اتفاق سے یہ نسخہ ہاتھ آ گیا لیکن...."

"لیکن کیا....؟" عمران نے سوال کیا۔

"لیکن کب تک؟"

"بکرے کی ماں خیر منائے گی.... یوں جملہ پورا کرو نا۔" عمران مسکرا کر بولا۔

"شاید یہی کہنا چاہتا تھا۔"

"میری زندگی میں وہ مجھ پر ہاتھ نہیں ڈال سکیں گے.... سوچنے کی بات ہے.... میرا اغوا.... واہ بھئی بہت خوب.... مردوں کے ہاتھوں.... خواتین ہوتیں تو بات بھی تھی۔"

"میں پتا نہیں کب سے محظوظ ہو رہا ہوں، سوچ سوچ کر۔" جیمسن بولا۔

"تو پھر اسکیم کیا ہے؟" صفدر نے پوچھا۔

"ہم ابھی سے کیوں نہ گھات لگائیں۔ اندھیرا تو پھیل گیا ہے۔" جیمسن بول پڑا۔

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔" عمران اٹھتا ہوا بولا۔

بیس منٹ کے اندر اندر اُس نے ضروری تیاریاں کی تھیں اور وہ کمرے سے نکل گئے تھے۔ وہ آہستہ آہستہ ٹہلتے ہوئے ہٹس کی جانب چل پڑے جیسے رات کے کھانے کے بعد چہل قدمی کو نکلے ہوں۔

"دفعتاً عمران ایک جگہ رک کر بولا۔ "اُن سے نپٹ کر میں کشتی نکال لے جاؤں گا اور تم دونوں

گاڑی سے آنا۔"

"کیا اسی وقت؟"

"نہیں کل کی تفریح سے لطف اندوز ہونے کے بعد۔"

"اور آپ کشتی کہاں نکال لے جائیں گے؟"

"جھیل کے اُس پوائنٹ پر جہاں سے ایک یا دو فرلانگ کے فاصلے پر ایک ریلوے اسٹیشن ہے.... کشتی اسی پوائنٹ پر چھوڑ دوں گا۔"

"یہ مناسب نہ ہوگا.... اس طرح وہ پھر آپ کی راہ پر لگ جائیں گے۔ یا پھر ایسا کیجئے کہ اُن دونوں کو بھی ساتھ لے جایئے۔ ورنہ یہ کیسے ثابت ہوگا کہ کشتی وہی دونوں لے گئے تھے۔"

"یہ خطرناک ہوگا۔ ہوش میں آنے کے بعد بحالت دیوانگی وہ جھیل میں غرق بھی ہو سکتے ہیں اور پھر انہیں اُس پار سے واپس کون لائے گا؟ ٹھہر جاؤ! ہمیں اس مسئلے پر پھر غور کرنا چاہئے۔ ابھی وقت ہے ہم اس پر مزید غور کر سکتے ہیں۔"

"بڑے عجیب حالات سے دوچار ہوئے ہیں آپ! اس بار۔" صفدر نے طویل سانس لے کر کہا.... عمران کچھ کہنے والا تھا کہ کسی انجن کے اسٹارٹ ہونے کی آواز آئی۔

"نہیں، گاڑی کا انجن نہیں ہو سکتا۔" عمران مضطربانہ انداز میں بولا۔ "شاید وہ لے جا رہے ہیں موٹر بوٹ۔"

وہ تیزی سے گھاٹ کی طرف بڑھے۔ واقعی وہ کشتی لے بھاگے تھے.... اور اس سلسلے میں چوکیدار پر تشدد بھی کیا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھامے بیٹھا کراہتا ہوا نظر آیا۔

"کیوں....؟ کیا ہوا؟" عمران نے اُس کا شانہ چھو کر پوچھا۔

"پولیس والے نے منع کر دیا تھا۔ مگر سالے لے گئے۔" وہ کراہتا ہوا بولا۔ "مجھ پر حملہ بھی کیا تھا۔"

"کون لے گئے؟ کیا لے گئے۔"

"وہ دونوں انگریز.... موٹر بوٹ لے گئے۔"

"تو اس میں حملہ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔" عمران اُسے اٹھاتا ہوا بولا۔ "چلو روشنی میں چل کر دیکھیں، کہاں چوٹ آئی ہے۔ عجیب لوگ ہیں۔ موٹر بوٹ تو جاتی ہی رہتی ہے۔"

"نہیں صاحب! پولیس والے صاحب نے منع کر دیا تھا کہ موٹر بوٹ کسی کو بھی نہ دی جائے

مگر وہ زبردستی لے گئے ہیں۔"

"اچھا.... اچھا تو چلو دیکھیں۔ کہیں زخم تو نہیں آیا۔"

"میں پولیس والے صاحب کے پاس جاؤں گا۔"

"خود ہی چل سکو گے؟"

"جی صاحب چل سکوں گا۔"

وہ موٹیل کی طرف چل پڑا اور وہ بھی اُس کے ساتھ چلتے رہے۔

"کئی آدمی تھے کیا؟" صفدر نے پوچھا۔

"دو تھے صاحب! دن بھر انہوں نے موٹر بوٹ اپنے ساتھ رکھی۔ جھیل میں گھومتے پھرے۔ شام کو واپس آئے تو پولیس والے صاحب نے بوٹ کسی کو دینے سے منع کر دیا۔"

"دن میں بھی خود ہی لے گئے تھے یا کوئی چلانے والا ساتھ تھا؟"

"وہی تھا جو موٹر بوٹ کو چلاتا ہے۔ اُسے مجبور کرتے رہے تھے کہ وہ موٹر بوٹ کو چٹان سے لگا دے لیکن وہ نہیں مانا تھا۔ چٹانوں سے دور ہی دور رہا تھا۔ موت آئی ہے سالوں کی.... اس وقت خود لے بھاگے۔ اب پولیس والا میرے سر ہوگا۔"

"سر کیسے ہوگا۔ ہم نے دیکھا ہے کہ انہوں نے تم پر حملہ کیا تھا۔" عمران بولا۔

"تو صاحب! آپ بھی چلیے۔ اس سے یہی کہہ دیجئے گا ورنہ وہ میری تو نہیں سنے گا۔"

عمران نے صفدر اور جیمسن سے کہا کہ وہ دونوں چلے جائیں۔ لیکن جیمسن نے تجویز پیش کی کہ صرف صفدر ہی جائے۔ وہ خود اتنا مشاق نہیں ہے کہ میک اپ کا بھرم قائم رکھ سکے۔

"ٹھیک ہے۔" عمران نے کہا۔ "تم کمرے میں جاؤ۔"

"اور آپ....؟" جیمسن نے پوچھا۔

"میری فکر نہ کرو۔"

عمران پیچھے رہ گیا اور وہ دونوں آگے بڑھتے چلے گئے۔

دوسری صبح کشتی گھاٹ پر اسی جگہ دیکھی گئی جہاں سے اُسے لے جایا گیا تھا۔ چوکیدار کی نیند بھی ایسی بے خبری کی تھی کہ اُسے انجن کی آواز بھی نہ سنائی دی۔ پتہ نہیں رات کے کس حصے میں

واپس آئی تھی اور اُسے گھاٹ پر چھوڑ دیا گیا تھا۔

موٹیل کے عملے ہی کے کسی فرد نے کیپٹن فیاض کو اس کی اطلاع دی اور وہ ہلدا سمیت گھاٹ پر دوڑ آیا۔ سورج ابھی طلوع نہیں ہوا تھا اور آج سردی بھی مزاج پوچھ رہی تھی۔

پچھلی رات وہ دو بجے تک جاگتا رہا تھا۔ اُسکے بعد نیند پر بس نہیں چلا تھا۔ بہر حال کشتی کی موجودگی کی اطلاع ملتے ہی جس حال میں تھا اسی میں نکل کھڑا ہوا۔ ہلدا ڈائننگ ہال میں شاید اُسی کی منتظر تھی۔

"اُن سے ذرا سختی سے پیش آنا۔" ہلدا نے مشورہ دیا۔

"ظاہر ہے، اُن کی اس حرکت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔"

وہ گھاٹ پر پہنچے اور چوکیدار سے اُن دونوں کے ہٹ کا نمبر پوچھا۔

"وہ سامنے والا۔" چوکیدار نے دور ہی سے اشارہ کیا۔

"آؤ.... تم بھی آؤ۔"

"مم.... میں...." چوکیدار ہکلا کر رہ گیا۔

"کیوں کیا بات ہے؟"

"صاحب! دروازہ چوپٹ کھلا ہوا ہے۔ خود ہی جا کر دیکھ لیجئے۔"

"اوہو.... تو کیا....؟"

"جی ہاں، دونوں میاؤں میاؤں کر رہے ہیں۔ بڑی بے دردی سے مارا تھا مجھے اُن بد بختوں نے۔ اللہ نے دکھا دیا۔"

"کیوں.... کیا بات ہے؟ کیا کہہ رہا ہے؟" ہلدا نے فیاض سے پوچھا۔

"وہ دونوں بھی بلی بن گئے ہیں۔"

"اوہ! تو چلو.. یہاں کھڑے کیا کر رہے ہو؟" وہ اس کا بازو پکڑ کر ہٹ کی طرف کھینچتی ہوئی بولی۔

ہٹ کا دروازہ کھلا ہوا تھا.... اور وہ دونوں فرش پر بیٹھے کانپ رہے تھے۔ اندازِ نشست بلیوں کا سا تھا۔ انہیں دیکھ کر بلیوں ہی کی سی آوازیں بھی نکالنے لگے تھے۔

"اب بتاؤ؟" فیاض ہلدا کی طرف مڑ کر بولا۔ "اس حماقت کا کیا جواب ہے؟ کیا تم اب بھی اُن چٹانوں کو دیکھنا چاہو گی؟"

ہلدا کچھ نہ بولی۔ وہ بغور اُن دونوں کو دیکھے جا رہی تھی۔

پھر وہاں بھیڑ اکٹھا ہونے لگی اور فیاض ہاتھ ہلا کر بولا۔ "براہِ کرم بھیڑ نہ لگایئے۔ یہ تماشا نہیں ہے۔"

"لیکن اس وقت کوئی بھی اُس کی سننے پر تیار نہیں تھا۔ ان میں غیر ملکی بھی تھے کچھ خائف تھے اور کچھ اتنے برافروختہ نظر آرہے تھے جیسے وہ اُن دونوں کے لئے جانوں کی بازی بھی لگا دیں گے۔

"سوال تو یہ ہے کہ یہ واپس کیسے آئے؟" ہلدا تھوڑی دیر بعد فیاض کا بازو پکڑ کر بولی۔

"یہی تو میں بھی سوچ رہا ہوں۔ اگر وہیں اُن کی یہ کیفیت ہو گئی تھی تو واپسی کیونکر ہوئی۔" فیاض نے کہا اور ہٹ میں داخل ہو گیا اور اپنے پیچھے کھڑے ہوئے لوگوں سے کہا۔ "براہِ کرم آپ لوگ باہر ہی ٹھہریئے۔"

پھر اُس نے اُن دونوں پاگلوں سے گفتگو کرنے کی کوشش کی لیکن جواب میں "میاؤں میاؤں" کے علاوہ اور کچھ نہ سن سکا۔

اسکے بعد اُس نے ہلدا کو اشارے سے اندر بلایا اور تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا۔ پھر بولا۔ "اُن دونوں کو تو سفار تخانے والے لے گئے تھے لیکن یہ کون ہیں اور ان کیلئے کس سے گفتگو کی جائے؟"

"کاغذات تلاش کرو، ان کے۔ اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔"

"کم از کم دو گواہ بھی ضروری ہوں گے۔ جن کی موجودگی میں ان کے سامان کی تلاشی لی جائے گی۔" فیاض نے پُر تشویش لہجے میں کہا۔

موٹیل کا منیجر بہت زیادہ نروس نظر آرہا تھا۔ اُسے ڈر تھا کہ کہیں ان حادثات کی وجہ سے یہ سیزن تباہ ہی نہ ہو جائے.... اور ان حادثات کا ذمہ دار اس وقت صفدر کی لائی ہوئی گاڑی میں جنوب کی طرف اڑا جا رہا تھا۔ تنہا تھا خود ہی ڈرائیو کر رہا تھا۔ صفدر اور جیمسن موٹیل ہی میں رہ گئے تھے۔ شاہ دارا کی سائن پوسٹ سے جنوب مشرق کی طرف جانے والی سڑک پر اُس کی گاڑی مڑ گئی اور سفر جاری رہا.... اور پھر کرم آباد والے بسوں کی اڈے پر اس نے گاڑی روکی تھی اور اڈے ہی کے ایک چائے خانے کے ملازم کو اشارے سے قریب بلا کر صاف ستھرے برتنوں میں ناشتہ لانے کی ہدایت کی تھی۔

سورج خاصا بلند ہو چکا تھا۔ اُس نے گھڑی پر نظر ڈالی اور مڑ کر اُسی طرف دیکھنے لگا جدھر سے آیا تھا۔ پھر چائے خانے کی جانب متوجہ ہو گیا۔

ناشتہ آنے تک اُس نے متعدد بار گھڑی پر نظر ڈالی تھی اور مڑ مڑ کر دیکھا تھا۔

چائے بدمزہ تھی لیکن حلق سے اُتارنی ہی پڑی۔ کیونکہ منہ اندھیرے ہی موٹیل سے نکل بھاگا تھا۔ پچھلی رات آنکھوں میں کٹی تھی۔

اس کا یہ اندازہ صحیح نکلا تھا کہ وہ دونوں رات ہی کے کسی حصے میں گھاٹ کی طرف پلٹ آئیں گے لہٰذا وہ ضروری سازوسامان کے ساتھ اُن کے ہٹ کے قریب ہی موجود رہا تھا۔ تنہا تھا لہٰذا اُن دونوں پر قابو پانے میں خاصی دشواری پیش آئی تھی.... لیکن وہ عمران ہی کیا جو کسی کام کا تہیہ کر لینے کے بعد پیچھے ہٹ جائے۔ کارروائی مکمل کر کے موٹیل کے کمپاؤنڈ میں داخل ہوا تھا اور گاڑی وہاں سے نکال لے گیا تھا....اور یہ وہاں کے لئے کوئی غیر معمولی واقعہ بھی نہیں تھا۔ کیونکہ شکاری عام طور پر اجالا پھیلنے سے پہلے ہی شکار کے لئے نکلتے تھے۔ بہرحال کسی نے بھی اُس کی طرف خصوصی توجہ نہیں دی تھی۔ صفدر اور جیمسن کو پہلے ہی سے علم تھا کہ گاڑی کی عدم موجودگی کا مطلب کیا ہوگا۔

بہرحال وہ نکلا چلا آیا تھا۔ ناشتہ کر کے ہوٹل کے ملازم کو ادائیگی بھی کر دی لیکن گاڑی کا انجن اسٹارٹ نہیں کیا۔ وہ اب بھی مڑ مڑ کر اُسی راستے کو تکے جا رہا تھا جس سے یہاں پہنچا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اُس نے طویل سانس لی اور سیدھا ہو بیٹھا....اور پھر تین سیاہ فام آدمی گاڑی کے قریب آ کھڑے ہوئے۔ اُن کے کاندھوں سے دیسی بندوقیں لٹک رہی تھیں اور ہاتھوں میں بڑے بڑے تھیلے تھے۔

عمران نے پچھلی سیٹ کی طرف اشارہ کیا اور وہ دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئے۔ ان میں سے ایک بولا۔ ”بس نکل چلو باس! ہمارا تعاقب ہو رہا ہے۔“

”یہ کیسے ہوا؟“ عمران کے لہجے میں حیرت تھی۔

”مجھے تو دوسرے کیمپ کے لوگ معلوم ہوتے ہیں۔“

عمران نے انجن اسٹارٹ کیا اور گاڑی تیزی سے آگے بڑھ گئی۔ ”تو نے کیسے اندازہ لگایا تھا؟“

”اگر کوئی گھات میں ہو تو میری چھٹی حس تیز ہو جاتی ہے۔“

”خیر.... خیر.... پھر بات ہوگی۔ میں دیکھوں گا۔“ عمران نے کہا۔ شاید وہ اُس کے دونوں ساتھیوں کی موجودگی میں اس مسئلے پر بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔

اسکیم کے مطابق جوزف نے شمال مغربی ساحل پر بسے ہوئے سیاہ فام لوگوں میں سے دو کو ساتھ چلنے پر آمادہ کر لیا تھا اور وہ خود بھی شلوار اور قمیض میں تھا.... اور اب یہ شکار کی کوئی پارٹی

معلوم ہو رہی تھی۔

عمران میک اپ میں تھا اور تاریک شیشوں والی عینک لگا رکھی تھی۔ بس ایسا ہی لگتا تھا جیسے کوئی جاگیر دار، اپنے ملازموں سمیت شکار کے لئے نکلا ہو۔

"وہاں کیا رہا باس؟" جوزف نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

"دو بلے اور مارے۔"

"لیکن کب تک باس؟"

"یہ تیرے سوچنے کی باتیں نہیں ہیں۔"

"ان دونوں سے شکار ہی کی بات ہوئی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" عمران نے کہا۔ "لیکن ابھی تک کوئی تعاقب کرنے والا نظر نہیں آیا۔"

"وہ بس جو پیچھے نظر آ رہی ہے اُسی پر ہیں۔"

"اور تم لوگ بھی اسی بس پر تھے؟"

"ہاں ہم اُتر گئے لیکن انہیں اُترتے نہیں دیکھا۔"

"کتنے ہیں....؟"

"دو ہی تھے۔"

"تو نے کیسے اندازہ لگایا کہ دوسرے کیمپ کے ہوں گے؟"

"صورت سے شریف معلوم ہوتے تھے۔"

"دونوں ہی کیمپوں میں شریفوں کی کمی نہیں۔ لیکن یہ صورت سے شریف لگنے والی بات سمجھ میں نہیں آئی۔"

"بس مجھے ایسا محسوس ہو تا رہا تھا جیسے اُن کی آنکھوں میں ہمدردی ہو۔"

"اُلوؤں کی سی باتیں شروع کر دیں تم نے! دونوں میں سے کسی کے بھی ہاتھ لگ جانا، شامت ہی کو دعوت دینا ہوگا۔ دوسرے کیمپ کے لوگ مجھے رس ملائی نہیں کھلائیں گے۔ اُن کا رویہ محض اس لئے ہمدردانہ ہے کہ اُن کا مخالف کیمپ میری تاک میں ہے۔ اُن کی بھی کوشش یہی ہے کہ میں اُن کے ہاتھ لگ جاؤں۔"

"میں سمجھتا ہوں باس! لیکن یہ ضرور ہے کہ وہ وحشیانہ انداز میں تم پر نہیں جھپٹیں گے۔"

"ہاں، چمکاریں گے، سر پر ہاتھ پھیریں گے اور گود میں بٹھا کر اچانک اس زور سے بھینچیں گے کہ ہڈیاں کڑکڑا جائیں۔"

"میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں باس۔"

عمران نے گاڑی کی رفتار کم کر دی اور پھر اُسے سڑک کے کنارے لگا کر انجن بند کر دیا۔

"کیا ہوا باس؟"

"خاموشی سے بیٹھے رہو۔"

عمران گاڑی سے اترا اور بونٹ اٹھا کر انجن پر جھک پڑا.... پھر پلٹ کر آیا اور انجن اسٹارٹ کر کے دوبارہ دیکھ بھال کرنے لگا۔ کبھی انجن کو ریز دیتا.... اور کبھی کسی پُرزے کو چھیڑنے لگتا۔ بس گزر گئی۔ عمران نے سر اٹھا کر جوزف کو دیکھا اور جوزف نے اپنے سر کو اثبات میں جنبش دی۔ عمران بونٹ گرا کر ڈرائیونگ سیٹ پر واپس آ گیا۔ بس نظروں سے اوجھل ہو چکی تھی۔

"وہ موجود تھے، بس میں۔" جوزف آہستہ سے بولا۔

"غالباً ڈھائی تین میل کے فاصلے پر ایک ڈاک بنگلہ ہے۔ وہ لازمی طور پر وہاں اُتر کر ہمارا انتظار کریں گے۔"

"تو پھر کیا ارادہ ہے؟"

"دوست ہوں یا دشمن، میں فی الحال کسی کا بھی سامنا نہیں کرنا چاہتا۔ اس لئے یہیں سے راستہ کاٹ رہا ہوں۔"

"اگر ادھر کے راستوں سے واقف ہو تو ضرور ایسا کرو۔"

قریباً ایک یا ڈیڑھ فرلانگ مزید چلنے کے بعد عمران نے گاڑی ایک کچے راستے پر ڈال دی۔

رحمان صاحب گھر پر موجود نہیں تھے اور ڈیلیا موران لڑکیوں میں گھری ہوئی تھی۔ ثریا بھی موجود تھی۔ لڑکیوں کا خیال تھا کہ ڈیلیا فطرتاً بہت اچھی عورت ہے۔ اگر وہاں رک گئی تو اُن پر بار نہ ہو گی۔ لیکن نہ جانے کیوں، ثریا اُس سے دور ہی دور رہتی تھی۔ اس وقت بھی وہ کمرے میں موجود نہیں تھی۔

ڈیلیا کا عجیب حال تھا۔ وہ لڑکیوں سے کہتی تھی کہ بس وہ عمران ہی کی باتیں کئے جائیں اور ان باتوں کا

ردعمل مختلف اوقات میں مختلف ہوتا۔ کبھی بے تحاشہ قہقہے لگاتی اور کبھی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتی۔

اس وقت تو قہقہے ہی لگ رہے تھے کہ اچانک ثریا کمرے میں داخل ہوئی اور ڈیلیا موران سے بولی۔ ''تمہارا بھائی آیا ہے۔''

''اوہ پھر آ گیا۔'' وہ یک بیک مغموم نظر آنے لگی۔

''ڈرائنگ روم میں تمہارا منتظر ہے۔''

''کیا ڈیڈی بھی ہیں؟'' ڈیلیا نے پوچھا۔

''نہیں۔''

''تب پھر میں اُس سے نہیں ملوں گی۔''

''یہ تو بہت بُری بات ہے۔'' ثریا نے کہا۔ ''ہم مشرقی لوگ اس معاملے میں بہت محتاط ہیں۔ تمہیں اس سے ملنا چاہئے۔''

''تم کہتے ہو تو مل لوں گی۔ لیکن تم میں سے کسی کو وہاں موجود رہنا پڑے گا۔ میں تنہا اُس سے نہیں مل سکتی۔''

''آخر کیوں؟''

''وہ مجھ پر واپسی کے لئے جبر کرے گا۔''

''بڑی عجیب بات ہے۔ تم لوگ بھی اتنے تنگ نظر ہو گئے ہو۔''

''نیوزی لینڈ، یورپ سے مختلف ہے۔''

''یہ تو نہیں کہا جاسکے گا کہ تم اس سے نہیں ملو گی.... اور میں اسے بھی ضروری نہیں سمجھتی کہ ہم میں سے کوئی وہاں موجود رہے۔''

''تم لوگ بھی عجیب ہو۔'' وہ جھنجھلا کر بولی۔ ''میری اتنی سی خواہش پوری نہیں کر سکتیں۔''

ثریا تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔ ''اچھا چلو میں موجود رہوں گی۔''

بہر حال بڑی ناگواری کے ساتھ وہ اُس کے ہمراہ ڈرائنگ روم تک گئی تھی۔ ڈیلیا کا بھائی انہیں دیکھ کر اٹھ گیا لیکن بڑے جارحانہ انداز میں ڈیلیا سے پوچھا۔ ''تم نے کیا فیصلہ کیا؟''

''میں ایک بار ہی فیصلہ کرتی ہوں۔ جیک! تم سن چکے ہو کہ میں نے اس دن کیا کہا تھا۔''

''میں تمہیں زبردستی لے جاؤں گا۔''

"یہ کیا بکواس ہے؟" ثریا ڈیلیا کے عقب سے دھاڑی۔ "یہاں کس کی جرأت ہے کہ ایسا کر سکے۔"

"اوہ محترمہ.....!" وہ اس طرح چونکا جیسے اُسے وہاں اُس کی موجودگی کا علم ہی نہ رہا ہو۔ "مم معافی چاہتا ہوں۔"

"یہ میرے بھائی کی بیوی ہے۔ اسے کوئی یہاں سے زبردستی نہیں لے جا سکتا۔"

"تمہارے بھائی نے اسے بیوقوف بنایا تھا۔"

"تم لوگ اس وقت کہاں تھے۔ جب یہ بے وقوف بننے والی تھی؟"

"محترمہ! یہ ایک لمبی کہانی ہے۔"

"کچھ بھی ہو۔ تمہیں انسانیت کی حدود سے نہ گزرنا چاہئے۔ میرا بھائی اس دنیا میں نہیں کہ تمہارے عائد کردہ الزامات کی تردید کر سکے۔"

"اس پر کوئی الزام نہیں ہے۔" ڈیلیا جلدی سے بولی۔ "یہ سب جھوٹ ہے۔"

"وہ کچھ بھی ہو۔" اُس کا بھائی آنکھیں نکال کر بولا۔ "میں سفیر سے بات کر چکا ہوں۔ تمہیں واپس جانا پڑے گا۔ میں یہی کہنے آیا تھا کہ واپسی کے لئے تیار رہو۔ یہاں کی حکومت تمہیں زبردستی واپس بھجوا دے گی۔"

وہ غصے میں بھرا ہوا باہر نکل گیا اور ڈیلیا "جیک جیک" پکارتی ہوئی اُس کے پیچھے دوڑی۔ لان تک دوڑتی چلی گئی پھر ٹھوکر کھا کر گری تھی۔ ثریا اُس کے پیچھے پیچھے آئی تھی لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اُسے کیا کرنا چاہئے؟ اس کا بھائی تو پھاٹک سے بھی گزر گیا تھا لیکن وہ بدستور لان پر دوزانو گری ہوئی اُسے آوازیں دے رہی تھی۔

آخر ثریا آگے بڑھی اور بغلوں میں ہاتھ دے کر اُسے اٹھانے لگی۔ نہ جانے کیوں؟ اس وقت اُس کا دل، اُس کے لئے پسیج گیا تھا۔ بدقت اُسے اندر لائی اور صوفے پر بٹھا کر اُسے لپٹا لیا۔ پھر دونوں ہی بُری طرح روئی تھیں۔ اُس کے بعد گھر ایک بار پھر ماتم کدہ بن گیا تھا۔

اسی دوران میں رحمان صاحب بھی واپس آ گئے تھے۔ انہیں اس واقعے کی اطلاع ملی تو بُرا سا منہ بنا کر بولے۔ "ثریا کو میرے پاس لائبریری میں بھیج دو۔"

اور جب ثریا وہاں پہنچی تو رحمان صاحب اُسے گھورتے ہوئے بولے۔ "تم بھی اسی حماقت میں مبتلا ہو گئیں۔"

"میں کیا کروں، ڈیڈی! اس وقت دل پر قابو نہیں رہا۔"

"اِدھر آؤ۔" رحمان صاحب آہستہ سے بولے۔

ثریا متحیرانہ انداز میں اُن کی طرف بڑھی اور وہ قریب ہی کی ایک کرسی کی طرف اشارہ کر کے بولے۔ "بیٹھ جاؤ۔"

پھر کچھ دیر بعد انہوں نے کہا۔ "ڈیلیا ایک نفسیاتی مریضہ ہے۔ اس کا عمران سے کوئی تعلق نہیں۔ اُس کا بھائی کہتا ہے کہ اُس نے پتہ نہیں کہاں سے اور کیسے شادی کے کاغذات بھی حاصل کر لئے۔ جبکہ سرے سے کبھی اُس کی شادی ہی نہیں ہوئی۔ لیکن بچپن ہی سے وہ کہتی آئی ہے کہ شوہر کو بیوقوف اور سیدھا سادا ہونا چاہئے۔ جوان ہوئی تو کہنے لگی کہ اس کا شوہر اُسے چھوڑ کر کہیں چلا گیا ہے.... ورنہ تم خود سوچو کیا اُس کے پاس عمران کی کوئی تصویر نہ ہوتی.... یہاں کسی اخبار کے رپورٹر نے اُس سے زبانی حلیہ سن کر عمران کی تصویر سامنے رکھ دی اور اُس نے کہہ دیا ہاں یہی ہے!"

ثریا حیرت سے منہ پھاڑے ہوئے سنتی رہی پھر بولی۔ "تو آپ اُسے یہاں کیوں لے آئے تھے؟"

"کیا کرتا....؟ عمران کا نام سنتے ہی میں نے سوچا کہ اُسے اخبار والوں سے دور ہی رکھا جائے تو بہتر ہے۔ ورنہ خدا جانے کس کس قسم کے اسکینڈل بنتے۔"

"تو یہ اُس کے بھائی نے بتایا ہے؟"

"ظاہر ہے ورنہ مجھے کیسے معلوم ہوتا؟ اس لئے وہ زبردستی پر بھی آمادہ ہے۔ ورنہ ڈیلیا پر کون جبر کر سکتا تھا۔ وہ اپنی مرضی کی مالک تصور کی جاتی .... لیکن ایسی صورت میں جبکہ یہ سب کچھ ایک ذہنی مرض کا نتیجہ ہے۔ وہ یہاں اُسے تنہا کیسے چھوڑ سکتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ڈیلیا نے کبھی عمران کی شکل تک نہ دیکھی ہو گی۔"

"لیکن آپ اُسے اپنے ساتھ رکھنے پر مجبور ہیں؟"

"ظاہر ہے اُس وقت تک یہیں رہے گی جب تک کہ نیوزی لینڈ واپسی کا انتظام نہیں ہو جاتا۔"

"کیسی مصیبتوں سے گزر رہے ہیں ہم لوگ! اماں بی کو کسی قدر تسکین ہو گئی تھی۔ اب کیا ہو گا؟"

"کچھ بھی نہیں۔ سب ٹھیک ہو گا۔ وہ زندہ ہی تھا تو تمہارا کب تھا؟"

"ڈیڈی! خدا کے لئے....!"

"جاؤ۔" وہ ہاتھ ہلا کر بولے۔ "مقدرات سے کوئی نہیں لڑ سکتا۔"

ذرا ہی دیر تو اُن کی نرم گفتاری سے لطف اندوز ہو پائی تھی اور اب پھر وہی پتھر بول رہا تھا۔
وہ چپ چاپ اٹھی اور لائبریری سے نکل گئی۔
رحمان صاحب تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھے رہے پھر اٹھ کر فون کے قریب آئے اور کچھ دیر بعد سر سلطان کی آواز سنائی دی۔ "تم کہاں ہو؟"
"گھر پر۔"
"وہیں ٹھہرو۔ میں فوراً پہنچ رہا ہوں۔ تمہارے پاس ہی آنے والا تھا۔"
"رابطہ منقطع ہونے کی آواز سن کر رحمان صاحب نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور پُر تشویش انداز میں کھڑکی سے باہر دیکھنے لگے۔ اندھیرا پھیل گیا تھا۔ انہوں نے کھڑکی بند کر دی اور اُسی کرسی پر آبیٹھے جس سے اٹھے تھے پھر انہوں نے میز کے پائے سے لگے ہوئے گھنٹی کے بٹن پر انگلی رکھ دی۔ تھوڑی دیر بعد ایک ملازم کمرے میں داخل ہوا۔
"کافی کے لئے کہہ دو۔ ایک مہمان بھی ہیں۔" انہوں نے ملازم سے کہا اور میز سے اخبار اٹھا کر یونہی صفحات پر نظریں دوڑانے لگے وہ بے چینی سے سر سلطان کا انتظار کر رہے تھے۔ خدا خدا کر کے ان کی آمد کی اطلاع ملی۔ خود ہی اٹھ کر گئے اور انہیں سیدھے لائبریری ہی میں لیتے چلے آئے۔
"کوئی خاص بات؟" رحمان صاحب نے دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔
"بیٹھ جاؤ۔ آج کل ہر بات خاص ہی ہو رہی ہے۔"
رحمان صاحب کچھ کہنے ہی والے تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی اور رحمان صاحب نے اونچی آواز میں کہا۔ "آجاؤ۔"
ملازم نے دروازہ کھولا اور کافی کی ٹرالی دھکیلتا ہوا اندر آیا۔ ٹرالی میز کے قریب لگا کر وہ باہر چلا گیا۔
"کیپٹن فیاض نے آج دو پاگل اور سفارتخانے کے حوالے کئے ہیں۔" سر سلطان نے کہا۔
"ہاں اور وہی قصہ ہے۔ وہ دونوں موٹر بوٹ لے بھاگے تھے۔ جب کہ فیاض نے انہیں اس سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی۔ اس کا ارادہ تھا کہ دوسرے دن وہ خود چٹانوں کا جائزہ لے گا۔ وہ اس پر بھی تیار ہو گیا تھا کہ انہیں بھی ساتھ لے جائے گا لیکن وہ رات ہی کو کسی وقت کشتی لے گئے اور صبح کو اپنے ہٹ میں بحالت دیوانگی پائے گئے۔"
"کیا اُن دونوں کا تعلق بھی سفارت خانے سے تھا؟" سر سلطان نے پوچھا۔

"نہیں، اُن کے پاس سیاحی کے ویزے تھے لیکن اُن کے لئے وہی سفارت خانہ جوابدہ ہے۔"

"انہیں جہنم میں جھونکو۔ تم یہ بتاؤ وہ بھی تم تک پہنچایا نہیں؟"

"ابھی تک تو نہیں.... لیکن رومونوف نے پھر رابطہ قائم کیا تھا۔ وہ چاہتا ہے کہ اُسے عمران سے ملادیا جائے اور وہ اُس کی حفاظت کی پوری پوری ذمہ داری لینے پر تیار ہے۔"

"سب بکواس ہے۔ وہ اس پر ہرگز تیار نہیں ہوگا۔"

"بہر حال معاملہ بے حد سیر یس ہو گیا ہے۔"

"اگر اُسے کوئی گزند پہنچا تو....!" رحمان صاحب جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو گئے۔ اُن کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ شاید اپنی اسی کیفیت پر قابو پانے کے لئے وہ کافی کی ٹرالی کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

سر سلطان خاموشی سے اُنہیں دیکھے جارہے تھے۔ رحمان صاحب نے دو پیالیوں میں کافی انڈیلی۔

"کریم لو گے یا بلیک؟" انہوں نے سر سلطان سے پوچھا۔

"بلیک.... اور سنو! تم بھی محتاط رہو اور گھر کے افراد کو گھر ہی تک محدود رکھو۔"

"کیا مطلب....؟"

"وہ عمران پر مزید دباؤ ڈالنے کے لئے کوئی اور حرکت بھی کر سکتے ہیں۔"

"ان کی ایک ایجنٹ تو گھر ہی میں موجود ہے۔" رحمان صاحب نے سرد لہجے میں کہا۔

"وہ بھی باعث تشویش ہے۔"

"لیکن خود اُس کے بھائی نے یہ بات صاف کر دی ہے کہ وہ ذہنی طور پر مریضہ ہے۔" رحمان صاحب نے کہا اور سر سلطان کو بھی اُسکے بارے میں وہی بتانے لگے جس کا ذکر ثریا سے کر چکے تھے۔

"خوب" سر سلطان سر ہلا کر بولے۔ "ناکامی کی صورت میں اُسے واپس لے جانے کے لئے خاصا وزنی جواز رکھتے ہیں۔"

"جب تک وہ تم سے نہیں ملتا کوئی یقینی قدم نہیں اٹھایا جاسکتا۔"

"یقینی قدم کہاں اور کس کے خلاف اٹھایا جائے گا؟" سر سلطان بولے۔

"یہی تو دشواری ہے۔"

"دیکھو، رحمان! وہ جو کچھ بھی کر رہا ہے اس کے علاوہ اور کچھ ممکن ہی نہیں۔"

"یہ بھی تو معلوم ہو کہ وہ لوگ چاہتے کیا ہیں۔"

"فی الحال اتنا ہی کہ عمران اُن کے ہاتھ آجائے.... اور کیوں چاہتے ہیں؟ اس کا جواب عمران ہی دے سکے گا۔"

رحمان صاحب کسی سوچ میں پڑگئے اور سر سلطان کافی کی پیالی ختم کر کے بولے۔"اب میں جاؤں گا۔ تمہیں محتاط رہنا چاہئے۔ کوٹھی ہی تک محدود رہو۔ ورنہ ہوسکتا ہے کہ عمران دشواری میں پڑجائے۔"

رحمان صاحب پھر کچھ نہیں بولے تھے۔ خاموشی سے سر سلطان کو رخصت کیا تھا۔

سر سلطان نے گاڑی پورچ ہی میں کھڑی کی تھی جیسے ہی انہوں نے اسٹیئرنگ پر ہاتھ رکھا کاغذ کا ایک پرزہ سرسراتا ہوا اُن کی گود میں آگرا۔

سر سلطان نے اُسے اٹھا کر دیکھا تھا۔ اس پر مختصر سی تحریر نظر آئی۔"ٹو، آر پی سر! بلیک زیرو"

سر سلطان نے طویل سانس لے کر کنجی اگنیشن میں لگائی۔ رحمان صاحب نے انہیں دروازے تک چھوڑا تھا۔ پورچ میں نہیں آئے تھے۔

سر سلطان کی گاڑی کمپاؤنڈ سے برآمد ہو کر رانا پیلس کی طرف روانہ ہوگئی۔ بلیک زیرو نے اس مختصر سے نوٹ میں اُن سے رانا پیلس پہنچنے کی درخواست کی۔ اس سے انہوں نے یہ مطلب اخذ کیا تھا کہ شاید عمران رانا پیلس تک پہنچ چکا ہے۔

اُن کا اندازہ غلط نہ نکلا۔ عمران رانا پیلس میں موجود تھا۔

"بالآخر۔" سر سلطان اس کا شانہ تھپک کر مسکرائے۔

"یہ بھی اچھا ہی ہوا تھا کہ دوسرے کیمپ سے آپ کو اطلاع مل گئی تھی۔ ورنہ شاید آپ لوگ مجھے زندہ ہی دفن کرادیتے۔" عمران ہنس کر بولا۔

"رحمان تو تمہارا چالیسواں بھی کرا چکے ہیں۔"

"میرے مرجانے پر ایک بہو تو ہاتھ لگی۔"

"سوال تو یہ ہے کہ آخر دونوں کیمپ تمہارے پیچھے کیوں پڑگئے ہیں۔"

"اوپر سے سرمایہ دار ہوں اور نیچے سے کمیونسٹ۔"

"اس کا کیا مطلب ہوا؟"

"سر پر چنبیلی کا تیل ہے اور جوتوں کے تلوں میں سوراخ ہیں۔"

"غیر ضروری بکواس سے احتراز کرو۔ ہم سب بہت پریشان ہیں۔" سر سلطان نے کہا اور عمران نے اپنی داستان شروع کردی۔ سر سلطان حیرت سے منہ پھاڑے سب کچھ سنتے رہے اور اُس کے خاموش ہونے پر بولے۔ "واقعی تم حیرت انگیز تجربات سے دوچار ہوئے ہو۔ آخر یہ دونوں کیمپ تم سے کیا چاہتے ہیں؟"

"ایسی معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں جو میں کسی قیمت پر انہیں فراہم نہیں ہونے دوں گا۔"

"میں ان ہی معلومات کے بارے میں سننا چاہتا ہوں۔"

"وہ سمجھتے ہیں باؤل دے سوف کے نگیٹو میرے پاس موجود ہیں۔ حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ وہ ضائع ہو چکے ہیں۔ ظاہر ہے کہ انہیں اس پر یقین نہیں آسکتا۔ دوسری بات یہ کہ اگر میں نے اس پینٹنگ کو اتنی اہمیت دی تھی تو اس کے سلسلے میں کسی نہ کسی نتیجے پر ضرور پہنچا ہوں گا۔"

"لیکن تم نہیں پہنچ سکے۔"

"میں نے تصویر کا معمہ حل کرلیا ہے۔"

"برازیل تک تو پہلے ہی پہنچ گئے تھے۔"

"اسی لئے میں یہ تسلیم کرنے پر تیار نہیں کہ مریخ پر ہو آیا ہوں۔ وہ زمین ہی کا ایک خطہ تھا۔ جسے مریخ کا کوئی خطہ بنا کر ہمیں اسی پر یقین دلانے کی کوشش کی گئی تھی۔"

"لیکن تم نے سبز رنگ کے بادلوں کا بھی تو ذکر کیا ہے جو اُس پر چھائے رہتے ہیں۔"

"لیکن رات میں وہ بادل نہیں ہوتے تھے۔ اسی لئے میں یہ سوچنے پر مجبور ہوں کہ وہ بادل مصنوعی تھے اور میں نے انہیں دن میں بھی غائب ہوتے دیکھا تھا۔ اُن کی جگہ سفید بادلوں نے لے لی تھی.... اور اُن ہی سفید بادلوں سے برف باری کا منظر بھی دیکھ چکا ہوں اور اُس ٹھنڈے سورج کا دیدار اُسی خطہ زمین پر کر چکا ہوں جس نے کیپ کینیڈی میں برف باری کی تھی۔"

"تم بہت کچھ دیکھ چکے ہو۔" سر سلطان بولے۔

"اور باؤل دے سوف بھی۔" عمران اُن کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

"کیا مطلب....؟"

"اُسی کو چھپائے رکھنے کے لئے تو وہ سبز رنگ کے بادل بنائے جاتے ہیں۔"

"پوری بات جلدی سے کہہ ڈالو۔ الجھن میں مبتلا مت کرو۔" سر سلطان جھنجھلا کر بولے۔

عمران اُنہیں بتانے لگا کہ کس طرح اُس نے پہاڑ کی چوٹی سے وادی کا جائزہ لیا تھا اور پہاڑوں سے گھری ہوئی وہ وادی کس انداز میں باؤل دے سوف والی پینٹنگ کا نظارہ پیش کرتی ہے۔

''خدا کی پناہ۔'' سر سلطان آنکھیں پھاڑ کر رہ گئے۔

''اگر میں اُن لوگوں کے ہاتھ لگ گیا تو وہ مجھے کنفیشن چیئر پر بٹھا کر سب کچھ اُگلوالیں گے اور ہو سکتا ہے کہ یہ بھی باور کرلیں کہ میں بباطن زیرولینڈ کا ایجنٹ ہوں۔''

''ہاں، اس کا خدشہ موجود ہے۔'' سر سلطان نے اسے عجیب نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''اور شاید آپ بھی اس وقت یہی سوچ رہے ہیں؟''

''کیوں نہ سوچوں، جبکہ تمہارا ایک ماتحت زیرولینڈ کے ایک یونٹ کی گورنری بھی کر چکا ہے۔'' سر سلطان مسکرا کر بولے۔

''بسا اوقات مجھے بھی ایسا محسوس ہونے لگتا ہے۔ آخر یہ تھریسیا کی بچی اپنے ذاتی مسائل حل کرنے کے لئے مجھے ہی کیوں استعمال کرتی ہے؟''

''شاید اس لئے کہ تم سے بڑا بے وقوف اس بھری پُری دنیا میں اور کوئی نظر نہیں آتا۔''

''ختم کیجئے، اس قصے کو.... اور یہ بتائیے کہ اب مجھے کیا کرنا ہے؟''

''میں خود کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ یہ بات آگے بڑھانی پڑے گی لیکن یہ تمہیں ایٹمی ری پروسیسنگ پلانٹ حاصل کرنے کی کیسے سوجھی؟''

''ایسے حالات میں یہ سوچنا غیر فطری تو نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ ہم اپنے وسائل سے اُس جگہ تک نہیں پہنچ سکتے پھر کیوں نہ ہم اپنی فراہم کردہ معلومات کو سوداکاری میں استعمال کریں۔ کسی بھی کیمپ سے سودا کیا جا سکتا ہے۔''

سر سلطان اُسے بہت غور سے دیکھتے ہوئے بولے۔ ''تم نے اپنے طور پر بہت بڑا خطرہ مول لیا ہے۔ تم قابل فخر ہو۔ میں اس وقت سوچ رہا ہوں کاش تم میرے بیٹے ہوتے۔''

''میں اس لفظ سے الرجک ہوں، جناب!''

''فضول باتیں مت کرو۔ رحمان بہت پریشان ہیں۔''

''اس لئے پریشان ہوں گے کہ کمبخت مر کر بھی ایک بہو چھوڑ گیا۔ میری جان کو۔''

''اب بہو کا قصہ سنو۔ اس کا ایک بھائی بھی نمودار ہو گیا ہے۔''

"خدا کی پناہ! اس گدھی کا ایک بھائی بھی نمودار ہو گیا ہے۔"

"اور اب دوسری کروٹ لی ہے ان لوگوں نے۔" سر سلطان نے کہا اور ڈیلیا کے نفسیاتی مرض کے بارے میں بتانے لگا۔

"الحمد اللہ کہ یہ مسئلہ بھی حل ہوا۔ ورنہ میں تو سوچ رہا تھا کہ ایٹمی ری پروسیسنگ پلانٹ ملے چاہے نہ ملے مگر مفت کی بیوی ضرور ہاتھ آئے گی۔"

"بہت نہ چہکو تم بدستور خطرات میں گھرے ہوئے ہو اور دوسرے کیمپ نے براہِ راست مجھ سے تمہارے بارے میں سلسلہ جنبانی کی ہے۔"

"میری حفاظت کا ذمہ لے رہے ہوں گے؟"

"یہی بات ہے اور ان ہی لوگوں کے ذریعے مجھے معلوم ہوا تھا کہ تم زندہ ہو اور ان کے مخالف کیمپ کے سیکورٹی والوں کا گھیرا توڑ کر فرار ہو جانے میں کامیاب ہو گئے ہو۔"

"ایسے ہمدردوں کی کمی بھی نہیں ہے دنیا میں .... لیکن اگر آج یہ اپنی کسی غرض کے تحت ہمارے ہمدرد ہیں تو کل ہمارے دشمنوں کے ہمدرد بھی بن جائیں گے۔ ان دونوں کیمپوں کی کھینچا تانی نے ساری دنیا کو بے چینی میں مبتلا کر دیا ہے۔ اسی لئے کبھی کبھی دل چاہتا ہے کہ کیوں نہ زیرو لینڈ کا ایجنٹ بن جاؤں۔"

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی اور عمران نے بڑھ کر ریسیور اٹھالیا۔ دوسری طرف سے جولیانا فٹنر واٹر کی آواز ائی۔

"کیا بات ہے؟" عمران نے ایکس ٹو کی مخصوص آواز میں پوچھا۔

"سر سلطان کی گاڑی کا تعاقب تین گاڑیاں کر رہی تھیں اور اس وقت تینوں گاڑیاں رانا پیلس کے آس پاس موجود ہیں۔"

"رانا پیلس کے آس پاس کیوں موجود ہیں؟" عمران نے پوچھا۔

"سر سلطان رانا پیلس گئے ہیں۔ اس سے پہلے مسٹر رحمان کے گھر گئے تھے۔"

"ٹھیک ہے۔ جب وہ وہاں سے واپس ہوں تو یہ دیکھا جائے کہ تینوں گاڑیاں اس تعاقب کے اختتام پر کہاں کہاں جاتی ہیں۔ گاڑیوں کے نمبر بھی نوٹ کیے جائیں اور اُن مقامات کی بھی کڑی نگرانی ہونی چاہئے جہاں وہ گاڑیاں واپس جائیں۔"

"بہت بہتر جناب!"

"ویٹس آل۔" کہہ کر عمران نے ریسیور کریڈل پر ڈال دیا اور سر سلطان کی طرف مڑ کر بولا۔

"وہ لوگ مسلسل آپ کا تعاقب کر رہے ہیں اور میرا خیال ہے کہ دونوں کیمپوں کے ایجنٹوں کے علاوہ زیرولینڈ کے ایجنٹ بھی اس وقت آپ میں دلچسپی لے رہے ہیں۔"

"یہ شیمر ان مردود ہمیں کس مصیبت میں مبتلا کر گیا ہے۔" سر سلطان بُرا سا منہ بنا کر بولے۔

"اب آپ ذرا محتاط رہئے گا۔"

"مجھے علم ہے کہ کئی دنوں سے میرا تعاقب کیا جا رہا ہے۔" سر سلطان پُر تفکر لہجے میں بولے۔

"لیکن تم بتاؤ کہ اب کیا کرو گے۔"

"آرام۔" عمران نے طویل سانس لی۔

"تمہارا اطمینان بھی قابل رشک ہے۔"

"بے اطمینانی سے بھلا کیا حاصل ہوتا ہے؟"

"سوال تو یہ ہے کہ اب کیا صورت ہو گی؟"

"جتنی جلد ممکن ہو، اوپر والوں سے رابطہ قائم کر کے اس مسئلے کو پیش کیجئے۔"

"نگیٹو تمہارے پاس نہیں ہیں؟"

"نگیٹو ہو یا نہ ہو میرے پاس ایسی انفارمیشن ہے کہ اُس جگہ تک پہنچنا ممکن ہو جائے جسے انہوں نے مریخ کا کوئی حصہ بنا کر پیش کیا تھا۔"

"کیا کوئی نقشہ ہے تمہارے قبضے میں؟"

"نہیں لیکن اس پر یقین ہے کہ وہ جگہ برازیل ہی کے کسی دشوار گزار جنگل کے درمیان واقع ہے جس کی فضا پر وہ سبز رنگ کی کہر محیط رکھتے ہیں تاکہ فضائی جائزے میں اُسے.....!" عمران جملہ پورا کیے بغیر خاموش ہو گیا۔ ایسا لگتا تھا جیسے اچانک اُسے کچھ یاد آ گیا ہو۔ سر سلطان اُسے غور سے دیکھنے لگے۔

"غالباً دو ڈھائی سال پہلے کی بات ہے۔" عمران آہستہ سے بڑبڑا کر رہ گیا۔

"کیا بات ہے؟"

"امریکہ کی جیوگرافیکل سوسائٹی کے جرنل میں کسی فضائی سروے کا ایک مضمون پڑھا تھا....

خدا کی پناہ.... کہیں وہ جھیل وہی نہ ہو؟"

"کہاں کی ہانک رہے ہو؟"

عمران چونک کر سر سلطان کی طرف دیکھنے لگا اور پھر بولا۔ "مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اُس نے برازیل ہی کے کسی خطے کا حوالہ دیا تھا کہ فضائی سروے کے دوران میں اُس نے کوئی ایسی جھیل دیکھی تھی جو پہلے وہاں نہیں تھی۔"

"جھیل کہاں سے اور کیوں یاد آگئی اس وقت؟"

"کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اس وادی پر چھائی رہنے والی سبز کہر.... اور زیادہ بلندی سے کسی جھیل کا منظر پیش کرتی ہو.... یعنی کہر کی بالائی سطح پر کچھ اس قسم کا تموج پیدا کیا گیا ہو جس پر پانی کی لہروں کا گمان ہو سکے۔"

"ممکن ہے۔" سر سلطان سر ہلا کر بولے۔

"سائیکو مینشن کی لائبریریوں میں وہ جرنل محفوظ ہو گا۔ آپ براہِ کرم جلد از جلد اُوپر والوں سے رابطہ قائم کیجئے۔ میں اس معاملے کو کھنگالتا ہوں۔"

"تم نے خود کو بڑے بکھیڑوں میں پھنسالیا ہے۔"

"میں دھکیلا گیا ہوں اس معاملے میں۔ ایک قیدی کی حیثیت سے وہاں لے جایا گیا تھا۔"

"آخر تھریسیا تمہیں اس طرح کیوں استعمال کرتی ہے؟"

"وہ جانتی ہے کہ میں واقعی بے وقوف ہوں۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟"

"آپ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ میں بیوقوف بن کر اپنا اُلو سیدھا کرتا ہوں۔"

"کیا یہ حقیقت نہیں ہے؟"

"ہرگز نہیں۔ میں سچ مچ اول درجے کا بیوقوف ہوں۔ مجھے مریخ ہی پر رہ جانا چاہئے تھا۔ ہر سمجھدار آدمی یہی کرتا لیکن میں شامت کا مارا پھر زمین پر دوڑ آیا۔"

"اب سیدھی باتیں نہیں کرو گے۔ لہٰذا میں چلوں۔" سر سلطان اٹھتے ہوئے بولے۔

"قبلہ والد صاحب کو ابھی اس کا علم نہ ہونے پائے کہ میری اور آپ کی ملاقات ہو چکی ہے۔"

"کیوں....؟ نہیں وہ بہت پریشان ہیں۔"

"مصلحتاً.... ورنہ میں کب چاہتا ہوں کہ وہ پریشان رہیں۔ بس اُن سے کہہ دیجئے گا کہ فون پر گفتگو ہوئی تھی اور اس گڑبڑ کی وجہ باؤل دے سوف والے نگیٹو ہیں اور کوئی خاص بات نہیں۔"

"میں انہیں بتا چکا ہوں کہ تم مریخ پر ہو آئے ہو۔ اس کی اطلاع مجھے رومونوف سے ملی تھی۔"

"اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ کیونکہ ہر باپ یہی چاہتا ہے کہ اُس کا بیٹا مریخ پر چلا جائے اور وہاں سے کما کر کچھ بھیجے بھی۔ اگر مریخ پر نہ جا سکے تو کم از کم دوبئی ہی چلا جائے۔"

سر سلطان نے بُرا سا منہ بنایا اور وہاں سے رخصت ہو گئے۔

جیمسن اور صفدر بھی واپس آ گئے تھے اور ایکسٹو کی ہدایت کے مطابق جیمسن صرف سائیکو مینشن تک محدود ہو کر رہ گیا تھا اور صفدر کے حصے میں آئی تھی ایک پارٹی کی نگرانی جس کے افراد ان دنوں سر سلطان کا تعاقب کر رہے تھے اور یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی تھی کہ سر سلطان کا تعاقب تین مختلف پارٹیوں کے افراد کرتے ہیں۔ تینوں کے ٹھکانوں سے بھی ایکسٹو کے ماتحت آگاہ ہو چکے تھے۔ سفید فاموں کی دوسری ٹولی کی نگرانی کیپٹن خاور کر رہا تھا۔ تیسری ٹولی سیاہ فاموں کی تھی جن کی نگرانی چوہان کے ذمے ڈالی گئی تھی۔

عمران رانا پیلس ہی میں تھا لیکن شاید اُن پارٹیوں نے وہاں سر سلطان کی آمد کو خصوصی اہمیت نہیں دی تھی۔ ورنہ وہ رانا پیلس کی باقاعدہ نگرانی شروع کر دیتے لیکن ابھی تک اس کا کوئی ثبوت نہیں مل سکا تھا کہ رانا پیلس کی بھی نگرانی ہو رہی ہے۔

سر سلطان کی نگرانی وہ لوگ حسب معمول کر رہے تھے بس نگرانی ہی نگرانی۔ ابھی تک انہوں نے کوئی ایسا قدم نہیں اٹھایا تھا جس کی بناء پر قانون کی گرفت میں آ سکتے۔ لیکن یہ صورتحال زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکی۔ جیسے ہی سر سلطان نے قصر صدر میں قدم رکھا اُن کا تعاقب کرنے والے چوکنے ہو گئے۔ غالباً اسی سے انہوں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ عمران اُن تک پہنچ چکا ہے۔ قصر صدر سے سر سلطان کی واپسی جلد نہیں ہوئی تھی۔

اس دوران میں ایک پارٹی کے تعاقب کنندہ نے فون پر کسی سے گفتگو کی تھی اور پھر اپنی گاڑی میں آ بیٹھا تھا۔

جیسے ہی سر سلطان کی گاڑی قصر صدر سے برآمد ہوئی اُس نے پھر تعاقب شروع کر دیا۔ وہ اپنی

گاڑی میں تنہا تھا اور شاید اُسے علم تھا کہ کچھ اور لوگ بھی اس کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ لہٰذا وہ نہایت مشاقی سے اپنی کارکردگی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ یعنی کسی بھی گاڑی کو اپنی گاڑی سے آگے نہیں نکلنے دے رہا تھا۔ اُس کی کوشش یہی تھی کہ اپنی اور سر سلطان کی گاڑی کے درمیان کسی تیسری گاڑی کو حائل نہ ہونے دے۔

شہر تک پہنچنے کے لئے قریباً ڈھائی میل کا ایک سنسان علاقہ طے کرنا پڑتا تھا۔ سر سلطان خود ہی اپنی گاڑی ڈرائیو کر رہے تھے۔ یہاں انہوں نے رفتار تیز کر دی۔ اُسی مناسبت سے پچھلی گاڑی والے نے بھی رفتار بڑھائی۔ لیکن اس کے پیچھے والی گاڑیاں شاید بروقت اس تبدیلی کا ساتھ نہیں دے سکی تھیں۔ اس لئے سر سلطان کی گاڑی کے بعد والی گاڑی سے ان کا فاصلہ بڑھ گیا تھا۔

.... اور پھر اچانک اُن سبھوں پر نئی بپتا پڑی تھی۔ اچانک سر سلطان کے پیچھے والی گاڑی نے اتنا کثیف دھواں چھوڑنا شروع کر دیا کہ ہیڈ لیمپس کی روشنی بھی اُسے عبور کرنے سے عاری نظر آنے لگی اور ان گاڑیوں کے ڈرائیوروں کو دھڑا دھڑ بریک لگانے پڑے۔ آخری گاڑی اپنے آگے والی گاڑی سے ٹکرائی بھی تھی۔ وہ سب ایک دوسرے پر چیخنے لگے۔ اُس کے بعد تو کچھ اور ہی نقشہ ہوا.... جس جس کی آنکھوں کو وہ دھواں لگا اُس کی چیخیں نکل گئیں.... گاڑیاں چھوڑ چھوڑ کر سڑک کے کنارے ڈھیر ہونے لگے۔ ان ہی میں صفدر بھی تھا۔ اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اب آنکھیں کھل ہی نہ سکیں گی۔ دونوں ہاتھوں سے آنکھیں دبائے سڑک کے کنارے سجدے کی سی حالت میں پڑا رہا۔ لوگ چیخ رہے تھے گالیاں بک رہے تھے اور ٹریفک رک گیا تھا۔ پتا نہیں کتنی دیر تک یہی کیفیت رہی تھی۔

دوسری طرف سر سلطان نہایت اطمینان سے چلے جا رہے تھے اُن کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ اُن کے عقب میں کیا ہو چکا ہے۔ وہ تو بس عقب نما آئینے میں صرف اُسی گاڑی کو دیکھ رہے تھے جو اُن کے پیچھے تھی۔ اُن کی دانست میں اس گاڑی میں ایکس ٹو کا کوئی ماتحت بھی ہو سکتا تھا۔ یا پھر اُن تعاقب کرنے والوں میں سے کوئی ہوگا۔ جو عمران کے پیچھے پڑے ہوئے تھے۔

اچانک انہیں سامنے.... ایک بڑی گاڑی نظر آئی جو سڑک پر اس طرح آڑھی کھڑی ہوئی تھی کہ فوری طور پر گاڑی کو آگے نکال لے جانا ممکن نہ ہوتا۔ انہوں نے اپنی گاڑی کی رفتار کم کر کے ہارن پر ہارن دینا شروع کیا اور پھر اُس سے ایک گز کے فاصلے پر گاڑی روک کر کچھ کہنا ہی چاہا تھا

کہ کوئی ٹھنڈی سی چیز دائیں کنپٹی سے آلگی اور ساتھ ہی کسی نے انگلش میں کہا۔ "چپ چاپ گاڑی سے اُتر آؤ۔"

سر سلطان کا منہ حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا۔ ڈرائیونگ سائیڈ کا دروازہ کھول کر وہ چپ چاپ نیچے اُتر آئے۔

"سامنے والی گاڑی میں۔" پھر کہا گیا۔ سر سلطان نے مڑ کر پچھلی گاڑی کی طرف دیکھا۔

"اس میں تمہارا کوئی آدمی نہیں ہے۔ مطمئن رہو۔" اُس آدمی نے کہا جس نے اُن کی کنپٹی سے ریوالور لگا رکھا تھا۔

وہ چپ چاپ سامنے والی گاڑی میں جا بیٹھے اور وہ گاڑی حرکت میں آکر سیدھی ہو گئی۔

بیٹھ جانیکے بعد ریوالور کی پوزیشن بدل گئی تھی۔ اب اس کا دباؤ اُن کے بائیں پہلو پر پڑ رہا تھا۔

"یہ سب کیا ہے؟" بالآخر وہ کھنکھار کر بولے۔

"بس تھوڑی سی گفتگو رہے گی۔" جواب ملا۔

"تم ایک غیر قانونی حرکت کے مرتکب ہو رہے ہو۔ جانتے ہو میں کون ہوں؟"

"وزارتِ خارجہ کے سیکریٹری۔" جواب ملا۔

"اس کے باوجود بھی.....!"

"ہم کسی کو بھی جوابدہ نہیں ہیں، سر سلطان۔!"

"تمہیں پچھتانا پڑے گا۔ ہو سکتا ہے کہ تم یہاں کسی کو جوابدہ نہ ہو لیکن تم سے جواب ضرور طلب کیا جائے گا کہیں نہ کہیں۔"

"اگر ہم نے کوئی غلطی کی ہو گی تو جواب ضرور طلب کیا جائے گا۔"

سر سلطان خاموش ہو گئے۔ اب انہیں معلوم نہ ہو سکا کہ کدھر جا رہے ہیں۔ گاڑی کی کھڑکیوں کے شیشے ایسے تھے جن سے باہر کا کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ونڈ اسکرین آنکھوں سے اوجھل تھا کیونکہ پچھلے اور اگلے حصے کے درمیان خلا نہیں تھا۔ کچھ عجیب ہی وضع کی گاڑی تھی اندر سے۔

اُدھر جو لوگ دھوئیں کا شکار ہوئے تھے بیس پچیس منٹ سے قبل اس قابل نہ ہو سکے کہ آنکھیں کھول سکتے۔ اُن کی گاڑیاں سڑک پر کھڑی تھی اور وہ سڑک کے کنارے زمین پر لوٹیں لگا رہے تھے۔ پھر ٹریفک کی دوبارہ بحالی میں پورے پینتالیس منٹ لگے تھے۔

صفدر اچھی طرح جانتا تھا کہ چوٹ ہو گئی۔ یقیناً سر سلطان کا اغوا ہوا تھا۔ جس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اتنے دیدہ دلیر لوگ تھے۔ گرم گرم سی لہریں اُس کے جسم میں دوڑتی رہیں۔ وہ اپنی گاڑی کو سڑک سے نیچے اتار لے گیا اور ایک طرف اُسے روک کر لاسلکی فون کے ذریعے ایکس ٹو سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

"ہوز دیٹ؟" دوسری طرف سے ایکس ٹو کی آواز آئی۔

"صفدر اسپیکنگ سر! شاید سر سلطان کا اغوا ہوا ہے؟" صفدر نے اُسے اطلاع دی۔

"کیسے.... کس طرح؟ تم کہاں ہو؟"

صفدر اسے رپورٹ دینے لگا۔ اُس کے خاموش ہونے پر ایکس ٹو کی آواز آئی۔ "تینوں پارٹیوں کے تینوں ٹھکانوں سے تم واقف ہو۔ جن میں تعاقب کرنے والوں کا قیام ہے۔"

"لیس سر۔"

"پوری سرگرمی سے چھان بین کرو کہ انہیں کہاں لے جایا گیا ہے۔ میں دوسروں کو بھی الرٹ کر رہا ہوں۔"

"او۔ کے سر۔"

پھر صفدر نے اس عمارت کی طرف دوڑ لگائی تھی جس میں سر سلطان کی گاڑی کا تعاقب کرنے والی ایک پارٹی کے افراد مقیم تھے۔

سر سلطان کو جسمانی زور آزمائی کا کوئی تجربہ نہیں تھا۔ صرف ذہنی جنگ کے ماہر تھے۔ اُس کے باوجود بھی وہ حوصلہ نہیں ہارے تھے۔ اپنی ظاہری حالت میں کوئی فرق نہیں آنے دیا تھا۔ لہٰذا جب وہ گاڑی سے اُتارے گئے تو بالکل پُر سکون نظر آ رہے تھے۔ گاڑی عمارت کے گیراج میں رکی تھی اس لئے اندازہ لگانا مشکل تھا کہ انہیں کہاں لے جایا گیا ہے۔ ریوالور کی نال اب بھی اُن کی کمر سے لگی ہوئی تھی۔ اسی طرح وہ ایک بڑے کمرے میں لائے گئے۔

یہاں تین افراد اور دکھائی دیئے۔ جو اس انداز میں بیٹھے ہوئے تھے جیسے کسی مقدمے کی روداد سن کر اپنا فیصلہ سنائیں گے۔

سر سلطان سے بیٹھنے کو بھی نہ کہا گیا۔ یہ تینوں بھی سفید فام ہی تھے۔ لیکن سر سلطان نے اُن

کی قومیت کا اندازہ لگالیا تھا۔

"عمران نے تمہیں کیا اطلاع دی ہے؟" تینوں میں سے ایک نے سر سلطان سے سوال کیا۔ چوتھے کا ریوالور اب بھی اُن کی کمر سے لگا ہوا تھا۔

"عمران....؟ کس عمران کی بات کر رہے ہو؟"

"اُسی عمران کی جس نے شیمر ان سے باؤل دے سوف نامی پینٹنگ حاصل کی تھی۔"

"وہ....وہ تو سمندر میں غرق ہو گیا تھا۔"

"ہمیں بیوقوف بنانے کی کوشش مت کرو۔ وہ تم سے مل چکا ہے۔"

"تم نے شاید خواب دیکھا ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ تم لوگ صرف تشدد کی زبان سمجھتے ہو۔"

"بکواس بند کرو۔" یک بیک سر سلطان کو غصہ آگیا۔ "تم کیا سمجھتے ہو کہ اس غیر قانونی حرکت کی سزا پائے بغیر یہاں سے نکل سکو گے؟" غیر ملکی نے اس طرح قہقہہ لگایا جیسے کسی بچے کی لاف و گزاف سے محظوظ ہوا ہو۔

سر سلطان کا غصہ بڑھتا رہا۔ وہ بہت سینئر آدمی تھے۔ وزراء تک اُن کا احترام کرتے تھے۔

"تم قصر صدر کیوں گئے تھے؟" اس غیر ملکی نے پھر سوال کیا۔

"اوہ!" وہ مٹھیاں بھینچ کر بولے۔ "تم آخر ہو کون؟ اور تمہیں کیا حق حاصل ہے کہ مجھ سے اس قسم کے سوالات کرو؟"

"ہم تمہیں اس عہدے سے برطرف بھی کرا سکتے ہیں۔"

"کوشش کرو۔"

"یقین کرو، تم بالکل بے دست وپا ہو کر رہ جاؤ گے۔" غیر ملکی نے کہا۔

"مجھے یقین ہے کہ تم درست کہہ رہے ہو لیکن میں تمہیں تو جواب دہ نہیں ہوں۔ جو کچھ بھی معلوم کرنا چاہتے ہو مجھ سے آگے بڑھ کر معلوم کرو۔ ہو سکتا ہے وہاں تمہاری دھمکی کارگر ہو جائے۔"

"نہیں ہم چاہتے ہیں کہ تم باعزت طور پر ریٹائر ہو کر زندگی بسر کرو اور اس کے بعد بھی ہمارے لائق کوئی خدمت ہو تو آگاہ کرو۔"

سر سلطان نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر رہ گئے۔

"سنو، میں بلڈ پریشر کا مریض ہوں۔ میری طبیعت بگڑ رہی ہے۔" بالآخر انہوں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"سر سلطان کو کرسی دو..... اور پیچھے ہٹو۔ ریوالور ہولسٹر میں رکھ لو۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔" غیر ملکی نے چوتھے آدمی سے کہا جو سر سلطان کی کمر سے ریوالور لگائے کھڑا تھا۔

فوراً ہی تعمیل کی گئی اور سر سلطان بیٹھ کر ہانپنے لگے۔

"کون سی ٹیبلٹ استعمال کرتے ہو؟" غیر ملکی نے پوچھا۔

"ہیں، میرے پاس، پانی منگواؤ۔"

غیر ملکی نے چوتھے آدمی کو پانی لانے کا اشارہ کیا اور سر سلطان سے بولا۔ "یہ محض اتفاق ہے کہ ہمیں یہ قدم اٹھانا پڑا۔ ورنہ ہم تو دوستوں کے دوست ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ دوسرے لوگ عمران کو آہنی پردے کے پیچھے پہنچا دیں۔"

"تم لوگوں کی کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔" سر سلطان نے کہا۔

"خیر.... خیر.... پہلے تم دوا کھالو۔ باتیں بعد میں ہوتی رہیں گی۔ شاید تم معاملات کی نوعیت سے آگاہ نہیں ہو۔"

سر سلطان کچھ نہ بولے۔ حیرت سے اُس کی طرف دیکھتے رہے۔

اتنے میں چوتھا آدمی گلاس میں پانی لے آیا اور سر سلطان نے جیب سے دوا کی شیشی نکالی اور پانی کے ساتھ دو ٹکیاں حلق سے اتار لیں۔ اسکے بعد آنکھیں بند کر کے کرسی کی پشت گاہ سے ٹک گئے۔

"کیا ڈاکٹر کی ضرورت محسوس کر رہے ہو، سر سلطان؟" غیر ملکی نے پوچھا۔ لیکن سر سلطان آنکھیں کھولے بغیر ہاتھ اٹھا کر رہ گئے۔ اشارہ کیا تھا کہ اس کی ضرورت نہیں۔ وہ سوچ رہے تھے کہ اُن کے آدمی یقینی طور پر ان کا تعاقب کرنے والوں کی نگرانی کرتے رہے ہوں گیا۔ لہٰذا ممکن ہے کہ جلد ہی اس عمارت پر ریڈ ہو جائے.... ورنہ وہ بالکل ٹھیک تھے۔ محض اداکاری کر کے وقت گزارنا چاہتے تھے۔ عمران کے محکمے کو اتنا ناکارہ نہیں سمجھتے تھے کہ ناامید ہو جاتے۔

تھوڑی دیر بعد غیر ملکی نے پھر پوچھا۔ "کیا میں ڈاکٹر کو بلواؤں؟"

"نہیں۔" سر سلطان نے نقاہت بھری آواز میں کہا اور آنکھیں کھول کر بولے۔ "ذرا دیر میں سنبھل جاؤں گا۔"

"مجھے بے حد افسوس ہے سر سلطان! کہ ہمیں اس حد تک جانا پڑا۔ ہم مجبور تھے کیونکہ مخالف کیمپ کے لوگ بھی عمران کی تاک میں ہیں۔"

"اور مجھے حیرت ہے کہ تم ایک مردہ آدمی کے بارے میں اس قسم کی باتیں کر رہے ہو۔"

"تم لوگوں کو غلط فہمی ہوئی تھی۔ وہ زندہ ہے اور اگر اب تک وہ تم سے نہیں ملا تو مجھے اُس کی وفاداری پر شبہ ہے۔"

"کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔"

"اگر وہ واقعی تم سے نہیں ملا تو یقیناً وہ زیرولینڈ والوں کے لئے بھی کام کرنے لگا ہے۔" غیر ملکی نے کہا اور سر سلطان کو بتانے لگا کہ عمران بھی مریخ والے اسکینڈل میں ملوث رہا ہے اور خود ان کی سیکورٹی فورس کو بھی جل دے کر نکل گیا تھا۔

"یقین کرو۔ یہ خبر میرے نزدیک جن بھوتوں والی کہانیوں سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔ میں تصور بھی نہیں کر سکتا کہ عمران زندہ ہوگا۔"

"وہ زندہ ہے اور یہاں واپس پہنچ چکا ہے اور اب تک ہمارے چار آدمیوں کو ناکارہ بنا چکا ہے۔"

"اگر یہ سچ ہے تو اس سے زبردست حماقت سرزد ہوئی ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ وہ تم سے مل چکا ہے۔ تم اسی انداز میں دوڑ دھوپ کرتے رہے ہو۔"

"خدا کی پناہ! یہ دوڑ دھوپ تو اُس عورت کے لئے تھی جو عمران کی بیوہ بن کر نمودار ہوئی ہے۔ قصرِ صدر بھی اسی لئے گیا تھا کہ اُسے یہاں کی شہریت دلوانے کی کوشش کروں۔ وہ یہیں رہنا چاہتی ہے اور مسٹر رحمان کی بھی یہی خواہش ہے۔"

"ہاں، ہم نے اس عورت کے بارے میں خبر پڑھی تھی۔" غیر ملکی نے لاپرواہی سے کہا۔ دفعتاً چوتھے آدمی کے حلق سے عجیب سی آواز نکلی اور وہ منہ کے بل فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ تینوں غیر ملکی اچھل کر کھڑے ہو گئے۔ ٹھیک اُسی وقت ایک روشندان سے آواز آئی۔

"تم سب ہماری زد میں ہو اور پستولوں پر سائیلنسر لگے ہوئے ہیں۔"

سر سلطان بھی کرسی سے اٹھ گئے۔ ان کی نظریں فرش پر گرے ہوئے غیر ملکی پر جم گئی تھیں جس کے بائیں پہلو سے خون بہہ بہہ کر فرش پر پھیل رہا تھا۔

"تم سب اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ اور دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ۔" روشندان سے

آواز آئی۔ ''ورنہ تمہارا بھی یہی حشر ہو گا۔''

''یہ کس کی آواز ہے سر سلطان؟'' غیر ملکی نے پوچھا۔

''میں نہیں جانتا۔ میں کیا جانوں؟ کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ میرے ہاتھ بھی اٹھے ہوئے ہیں؟''

''چلو جلدی کرو.... تم سب۔'' روشندان سے پھر آواز آئی۔

وہ ہاتھ اٹھائے ہوئے دوسری طرف مڑے اور دیوار کے قریب جا رکے۔ سر سلطان بھی ان میں شامل تھے۔ اٹھے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو گئے۔

''عمران کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا سر سلطان۔'' غیر ملکی نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ''اگر ہمارا وہ آدمی مر گیا ہے تو تمہاری حکومت نتیجے کی ذمہ دار ہو گی۔''

اتنے میں کئی افراد کے قدموں کی چاپ سنائی دی تھی اور ساتھ ہی اُن سے کہا گیا تھا کہ اگر اُن کی پوزیشن میں کوئی تبدیلی ہوئی تو گولی مار دی جائے گی۔ اس کے بعد اُن کی جامہ تلاشی لی گئی تھی اور اُن کی جیبوں سے بر آمد ہونے والے اسلحہ پر اُن نامعلوم آدمیوں کا قبضہ ہو گیا تھا۔

''اب تم لوگ اپنے ہاتھ گرا کر ہمارا سامنا کر سکتے ہو۔ سر سلطان پلیز! آپ بیٹھ جائیے۔'' روشندان سے آواز آئی اور اس بار سر سلطان نے آواز پہچان لی۔ یہ عمران تھا۔

وہ سب روشندان کی جانب مڑے اور قریب ہی دو ایسے افراد نظر آئے جنہوں نے اُن کو اسٹین گنوں سے کور کر رکھا تھا۔

پھر کچھ دیر بعد عمران ایک دروازے سے اندر داخل ہو کر سر سلطان سے بولا۔ ''آپ تشریف لے جا سکتے ہیں۔''

''لل.... لیکن۔'' سر سلطان فرش پر پڑے ہوئے آدمی کی طرف دیکھ کر ہکلائے۔

''آپ فکر نہ کیجئے۔ سب ٹھیک ہے۔'' عمران سر ہلا کر بولا۔ ''جائیے۔''

''یہ مناسب نہ ہو گا، سر سلطان۔!'' غیر ملکی نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''جائیے جناب!'' عمران نے کسی قدر سخت لہجے میں کہا اور سر سلطان اسی دروازے سے گزر گئے جس سے عمران داخل ہوا تھا۔ چند قدم چلے تھے کہ بلیک زیرو دکھائی دیا۔

''آپ کی گاڑی بنگلے پر پہنچا دی گئی ہے۔'' اس نے اطلاع دی اور دوسرے دروازے کی طرف اشارہ کرتا ہوا بولا۔ ''آپ میرے ساتھ آئیے۔''

اس نے انہیں بنگلے تک پہنچایا تھا۔ وہ بالکل خاموش تھے۔ اُن کے ذہن پر چوتھے آدمی کی موت مسلط تھی۔ مسلسل اسی کے بارے میں سوچے جا رہے تھے۔

دوسری صبح ان کی طبیعت سچ مچ خراب ہو گئی تھی۔ لیکن آنکھ کھلتے ہی انہوں نے فون پر رانا پیلس کے نمبر ڈائیل کئے تھے۔ دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز سن کر بولے۔ ”اُن تینوں کا کیا ہوا؟ کیا چوتھا ختم ہو گیا؟“

”میں کچھ نہیں جانتا جناب! ہولڈ آن کیجئے۔“ بلیک زیرو نے کہا اور تھوڑی دیر بعد عمران کی آواز سنائی دی۔ ”سب خیریت ہے جناب!“

”کک.... کیا وہ زندہ ہے؟“

”نہایت عزت و تکریم سے دفن کر دیا گیا ہے۔ بے فکر رہئے۔“

”اور وہ تینوں....؟“

”اس وقت رحبان کی چوکی کے قریب والے موٹیل کی کمپاؤنڈ میں میاؤں، میاؤں کرتے پھر رہے ہوں گے۔“

”تم حدود سے نکل جاتے ہو۔“ سر سلطان بگڑ کر بولے۔

”تو پھر کیا اُن کا اچار ڈالتا۔ آپ مطمئن رہئے۔ وہ سارے میاؤں میاؤں کرنے والے معمول پر آجانے کے بعد بھی کسی کو کچھ بتانے کے قابل نہیں ہوں گے۔“

”کیا مطلب....؟“

”ہمیشہ کے لئے اپنی یادداشت کھو بیٹھیں گے۔“

”لیکن تم اس سلسلے کو روکو گے کس طرح؟ دوسرے کیمپ کے لوگ بھی تو ہیں۔“

”یہ سب کچھ مجھ پر چھوڑ دیجئے پلیز!“ عمران نے کہا اور سر سلطان رابطہ منقطع ہونے کی آواز سن کر ریسیور کو گھورتے رہ گئے۔

جھلاہٹ میں رحمان صاحب کے نمبر ڈائل کئے اور کچھ دیر بعد اُن سے رابطہ قائم ہونے پر بولے۔ ”کسی طرح بھی قابو میں نہیں آرہا.... بتاؤ، میں کیا کروں؟“

”فون پر کسی قسم کی بھی گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔ تمہاری ہی طرف آرہا ہوں۔“ رحمان صاحب

نے جواب دیا اور رابطہ منقطع کر دیا۔

"دونوں کریک ہیں۔" وہ جھلا کر بڑبڑائے۔ قریباً آدھے گھنٹے بعد انہیں رحمان صاحب کی آمد کی اطلاع ملی تھی۔ اٹھ کر سلیپنگ گاؤن پہنا اور سٹنگ روم میں چلے آئے۔

"تم کیا کہہ رہے تھے، کون قابو میں نہیں آرہا؟" رحمان صاحب نے اُن سے سوال کیا۔

"یار! تم یہ پوچھ رہے ہو؟"

"کیا مل گیا....؟"

"اب کچھ نہیں چھپاؤں گا۔ سنو، اس کے کرتوت۔" سر سلطان نے کہا اور پچھلی رات کا واقعہ دہرانے لگے۔ رحمان صاحب بے حد پُر سکون نظر آرہے تھے اور اُن کے سنگلاخ چہرے پر ایسی نرم سی مسکراہٹ تھی کہ سر سلطان دنگ رہ گئے اور بھنا کر بولے۔ "تم بھی اسی کی طرح کریک ہو۔ آخر تمہارا ہی تو بیٹا ہے۔"

"پھر وہ کیا کرتا، پیارے سلطان! تمہاری توہین ہونے دیتا.... خدا کی پناہ! تمہارا اغوا.... ساری دنیا کا کام امداد باہمی کے اصولوں پر چل رہا ہے۔ اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ ہمیں امداد دینے والے ہم کو اپنا غلام سمجھ لیں.... مجھے فخر ہے، اس نالائق پر.... اچھا تو وہ تینوں ہی ہوں گے۔ ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ موٹیل کے کمپاؤنڈ میں تین بلے اور پائے گئے ہیں۔"

"اور وہ کبھی معمول پر نہیں آسکیں گے۔" سر سلطان نے کہا۔ "وہ یہی کہہ رہا تھا کہ اس کیفیت کے اختتام پر وہ ہمیشہ کے لئے یادداشت کھو بیٹھیں گے۔"

"اُس نے سائینس میں ڈاکٹریٹ لی تھی۔ مضمون کیمسٹری تھا۔"

"تو گویا تم اُس کی اس حرکت پر خوش ہو رہے ہو؟"

"تمہارے اس سوال کا جواب اسی وقت دوں گا جب تم اپنے محکمے میں اس کی حیثیت واضح کر دو۔"

"سوری، رحمان ڈیئر!"

"بس تو پھر تم جانو کہ اس کا کوئی اقدام صحیح ہے یا غلط۔"

"میں تو صرف یہ کہہ رہا تھا کہ اس نے خود کو بہت زیادہ خطرے میں ڈال لیا ہے۔"

"ختم کرو۔" رحمان صاحب ہاتھ اٹھا کر بولے۔ "چنگیز کا لہو ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ اب ڈیلیا کے سلسلے میں کیا کیا جائے، پچھلی رات وہ ضد کر کے عمران کے فلیٹ میں گئی تھی اور اب وہیں ہے۔

ثریا ساتھ گئی تھی وہ تو واپس آ گئی ہے لیکن ڈیلیا نہیں آئی۔"

"وہاں کیوں گئی ہے؟"

"بس کسی نے ذکر کر دیا تھا کہ ہمارے ساتھ نہیں بلکہ الگ رہتا تھا۔"

"تو وہ فلیٹ میں تنہا ہے۔"

"نہیں، سلیمان اور گلرخ وہیں رہتے ہیں۔"

ٹھیک اسی وقت فون کی گھنٹی بجی اور سر سلطان نے ریسیور اٹھا کر کال ریسیو کی پھر ریسیور رحمان صاحب کی طرف بڑھاتے ہوئے بولے۔ "تمہارے گھر سے۔"

رحمان صاحب کی آنکھوں سے حیرت کا اظہار ہوا اور انہوں نے ریسیور لے لیا۔ دوسری طرف سے کوئی کہہ رہا تھا۔ "سلیمان کی کال آئی تھی، فلیٹ میں کوئی گڑبڑ ہوئی ہے.... کچھ لوگ فلیٹ پر حملہ آور ہوئے تھے۔"

"کون لوگ؟"

"یہ اُس نے نہیں بتایا، بہت گھبرایا ہوا تھا۔ اطلاع دے کر فون بند کر دیا۔"

رحمان صاحب نے رابطہ منقطع کر کے اپنے کسی ماتحت کے نمبر ڈائیل کئے اور اُسے جلدی جلدی کچھ ہدایات دیں پھر سر سلطان کو اس واقعے کی اطلاع دی اور دروازے کی طرف بڑھ گئے۔

عمران کے فلیٹ تک وہ بڑی تیز رفتاری سے گاڑی لے گئے تھے اور اس وقت وہاں پہنچے جب پولیس پوری عمارت کو گھیرے میں لے چکی تھی۔ غالبًا یہ انہی کی ہدایت کے مطابق ہوا تھا۔

وہ گاڑی سے اُتر کر آگے بڑھے اور پھر انہیں عمران کے فلیٹ کی کھڑکی سے دھواں نکلتا ہوا نظر آیا.... لیکن ایک پولیس آفیسر سے معلوم ہوا کہ صرف دھواں ہی دھواں ہے۔ آگ کہیں نہیں دکھائی دیتی۔

پھر اُن کے ایک ماتحت نے آگے بڑھ کر بتایا کہ گیس ماسک منگوائے گئے ہیں۔ کچھ لوگوں نے فلیٹ میں داخل ہونے کی کوشش کی تھی لیکن بے ہوش ہو کر گر گئے۔

قریباً آدھے گھنٹے بعد وہ فلیٹ میں داخل ہو سکے تھے۔ لیکن اس طرح کہ اُن کے چہرے پر بھی گیس ماسک چڑھا ہوا تھا۔ اندز سلیمان اور گلرخ کے علاوہ تین سفید فام افراد بھی بیہوش پڑے ملے لیکن ڈیلیا کا کہیں پتہ نہیں تھا۔

اُن پانچوں کو بحالت بیہوشی ہی ہسپتال پہنچا دیا گیا۔ رحمان صاحب ساتھ گئے تھے۔ فلیٹ مقفل کرادیا گیا تھا لیکن ابھی تک کوئی ایسا نہیں ملا تھا جو ڈیلیا کے بارے میں بھی کچھ بتا سکتا۔

رحمان صاحب نے اپنے ماتحتوں کو خاص طور پر تاکید کردی تھی کہ تینوں سفید فاموں پر کڑی نظر رکھیں اور کسی کو بھی اُن سے نہ ملنے دیں۔ خواہ وہ کسی حیثیت کا آدمی ہو۔ اگر کوئی سفارتخانہ بھی ان کا دعویدار ہو تب بھی کسی کو اُن کے قریب نہ جانے دیا جائے۔

وہ خود سلیمان اور گلرخ کے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہے تھے۔ سب سے پہلے گلرخ ہوش میں آئی تھی۔ رحمان صاحب کو دیکھ کر رونے لگی۔ انہوں نے نرم لہجے میں اُسے تسلیاں دیں اور اس واقعے سے متعلق سوال کیا۔ گلرخ ہچکیاں لیتی ہوئی بولی۔ ''ہم سور ہے تھے کہ صبح ہی صبح کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ سلیمان نے اٹھ کر دروازہ کھولا اور وہ تینوں انگریز زبردستی اندر گھس آئے۔ میم صاحب بھی بیدار ہو گئی تھیں۔ ان انگریزوں نے زبردستی انہیں اٹھالے جانے کی کوشش کی اور میم صاحب نے نہ جانے کیا کیا کہ ایک بجلی سی چمکی اور تینوں انگریز دھڑام سے گر پڑے۔ سلیمان کوٹھی فون کرنے دوسرے کمرے میں دوڑا گیا۔ پھر اچانک دھواں پھیلنے لگا اور مجھے نہیں یاد کہ اس کے بعد کیا ہوا۔''

وہ ڈیلیا کے بارے میں کچھ نہ بتا سکی۔ سلیمان کے ہوش میں آنے کے بعد اس سے بھی رحمان صاحب نے ڈیلیا کے بارے میں استفسار کیا تھا لیکن وہ گلرخ کے بیان میں کوئی اضافہ نہ کر سکا۔

تینوں سفید فام بھی ہوش میں آگئے تھے اور رحمان صاحب کے ماتحتوں کو طرح طرح کی دھمکیاں دیتے رہے تھے۔ لیکن انہوں نے اُن کو بستروں سے ہلنے بھی نہیں دیا تھا۔

پھر رحمان صاحب کا سامنا ہوا.... اور وہ اُن سے بھی الجھ پڑے۔

''تم تینوں زیر حراست ہو۔'' رحمان صاحب نے سخت لہجے میں کہا۔

''کس بنا پر؟'' تینوں میں سے ایک بولا۔

''میرے مکان میں زبردستی گھسنے کے جرم میں!''

''ہمیں سفارتخانے سے رابطہ قائم کرنے دو۔''

''تم یہاں سے سیدھے جیل جاؤ گے۔ سفارتخانے کے لوگ وہیں تم سے رابطہ قائم کریں گے۔''

''تمہارا عہدہ۔'' اُس نے بھنویں سکوڑ کر سوال کیا۔

"ڈائریکٹر جنرل آف سی آئی بی۔" رحمان صاحب نے کہا اور اپنے ماتحتوں سے بولے۔ "یہاں سے انہیں ہتھکڑیاں لگا کر لے جانا۔ ان پر ڈیلیا موران نامی ایک عورت کے اغوا کا الزام بھی ہے۔"

"وہ نکل گئی، مسٹر ڈائریکٹر جنرل۔" ایک سفید فام بُرا سامنہ بنا کر بولا۔

"تم آخر غیر قانونی طور پر اس فلیٹ میں کیوں گھسے تھے؟"

"ہم نے ایک بین الاقوامی قانون کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"کیا مطلب....؟"

"یہ بات ہم تمہیں سفارت خانے کے توسط سے بتا سکیں گے۔" سفید فام نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "تم شوق سے ہمیں جیل بھجوا دو۔"

رحمان صاحب کمرے سے باہر نکل آئے۔ تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ عقب سے ایک آدمی تیزی سے اُن کے قریب آ کر بولا۔ "وہ بے چارہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔"

رحمان صاحب چونک کر رک گئے اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اُسے دیکھنے لگے۔

"چلتے رہئے۔" وہ آہستہ سے بولا۔ "میں بھی اسی غلط فہمی میں مبتلا رہا تھا کہ ڈیلیا موران بھی ان ہی لوگوں میں سے ہو گی جو مجھے گھیرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"اچھا تو پھر....؟"

"اس کا تعلق کسی بھی کیمپ سے نہیں تھا۔ وہ ٹی تھری بی تھی۔"

"نہیں....؟" رحمان صاحب پھر رک گئے۔

"یقین کیجئے.... اور وہ بے چارہ درست کہہ رہا تھا کہ اُس نے ایک بین الاقوامی قانون کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کی تھی۔ کیونکہ اُسے کہیں بھی گرفتار کیا جا سکتا ہے اور گولی ماری جا سکتی ہے۔ کسی بھی ملک کی پولیس کسی دوسرے ملک میں اُس کے خلاف کارروائی کر سکتی ہے اور یہ خصوصی بین الاقوامی قانون کے تحت ہو گا۔"

"لیکن ٹی تھری بی نے ایسی حرکت کیوں کی تھی؟ میری کوٹھی یا فلیٹ سے اُسے کیا سروکار؟"

"اُسے بھی یقین نہیں آیا تھا کہ میری تحویل میں باؤل دے سوف کا کوئی نگیٹو نہیں ہے۔ وہ پہلے اُسے کوٹھی میں تلاش کرتی رہی تھی پھر فلیٹ کا رخ کیا تھا.... کاش مجھے پہلے ہی اُس کی

اصلیت کا علم ہو جاتا۔"

"تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ تم تین اطراف سے گھرے ہوئے ہو؟"

"اور چوتھی سمت اپنے لئے کھلی رکھی ہے۔ آپ فکر نہ کیجئے۔"

"اب کم از کم اپنی ماں ہی پر رحم کھاؤ۔"

"انہیں بتا دیجئے گا کہ میں زندہ ہوں اور ساری قوم کی ماؤں کی خدمت میں نے اپنے ذمے لے رکھی ہے۔"

"ہوں۔" رحمان صاحب نے طویل سانس لی اور اُسے صرف گھور کر رہ گئے۔

"تو تم گھر نہیں چلو گے؟"

"ڈیڈی پلیز! مجھ پر رحم کیجئے۔ میں سب کو خطرے میں نہیں ڈال سکتا۔ لیکن انشاء اللہ میں ہر اس تنظیم کو ٹھیک کر دوں گا جو میرے منہ آئے گی۔"

"کیا نگیٹو ہیں تمہارے پاس؟"

"یہ حقیقت ہے کہ وہ نگیٹوز سلائیڈز بناتے وقت ضائع ہو گئے تھے لیکن اب معاملہ دوسرا ہے۔ اگر سر سلطان مناسب سمجھیں گے تو آپ کو سب کچھ بتا دیں گے۔"

"لیکن تم جس بکھیڑے میں پڑ گئے ہو اس سے نکلنے کی کیا صورت ہو گی؟"

"حالات پر منحصر ہے۔ ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔" رحمان صاحب بولے۔

"آپ بے فکر رہیں۔"

"اُن لوگوں کی طرف سے زیادہ ہوشیار رہنا جو ہمدرد بن کر سامنے آ رہے ہیں۔"

"اب جو کچھ بھی ہونا ہے اس کا فیصلہ صدر مملکت کریں گے۔"

"کیا مطلب؟"

"سر سلطان ہی بتا سکیں گے، آپ کو..... بس اپنی دعاؤں میں یاد رکھئے گا۔" عمران نے کہا اور پھر ہسپتال کے ایک وارڈ میں داخل ہو کر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ رحمان صاحب بت بنے وہیں کھڑے رہ گئے۔ انہوں نے عمران کو آواز سے پہچانا تھا۔ ورنہ شاید وہ اجنبیوں کی طرح ان کے قریب سے گزر جاتا اور انہیں شناسائی کا احساس تک نہ ہو پاتا۔

پھر وہ واپسی کے لئے مڑے ہی تھے کہ سامنے سے سر سلطان آتے دکھائی دیئے، جن کے ساتھ دو مسلح باڈی گارڈز بھی تھے۔

"وہ تو ٹھیک ہیں نا....؟" سر سلطان نے قریب پہنچ کر آہستہ سے پوچھا۔ باڈی گارڈز چند قدم کے فاصلے پر رک گئے تھے۔

"کن کی بات کر رہے ہو؟"

"وہی تینوں.... میرا مطلب ہے کہ بلیوں کی طرح تو....!"

"نہیں۔" رحمان صاحب ہاتھ اٹھا کر بولے۔ اُن کے چہرے پر ناگواری کے آثار تھے۔

"اوپر سے ہدایت ملی ہے کہ انہیں طبی امداد دے کر باعزت طور پر رخصت کر دیا جائے۔"

"ضرور، ضرور۔" رحمان صاحب نے تلخ لہجے میں کہا۔

"تم سمجھتے نہیں۔ اس بار سفارتخانے والوں نے اوپر تک پہنچنے میں بہت پھرتی دکھائی ہے۔"

"اسکا جواز رکھتے ہیں وہ لوگ۔ یہ تینوں تھریسیا کی گرفتاری کیلئے عمران کے فلیٹ میں گھسے تھے۔"

"تھریسیا کی گرفتاری۔" سر سلطان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

رحمان صاحب نے بُرا سامنہ بنا کر کہا۔ "ڈیلیا موران، حقیقتاً تھری بی تھی۔ باؤل دے سوف کے نگیٹوز پہلے میری کوٹھی میں تلاش کرتی رہی تھی اور پھر عمران کے فلیٹ میں پہنچ گئی تھی۔"

"خدا کی پناہ! میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔"

"اور وہ بھی یہیں موجود ہے۔"

"کون....؟"

"عمران۔"

"وہ یہاں کیا کر رہا ہے؟"

"اسی نے تو اطلاع دی ہے کہ وہ تھریسیا تھی۔"

"تب تو ان تینوں کو ویسے بھی چھوڑنا پڑتا۔ مجھے تو یہ ڈر تھا کہ کہیں عمران نے اُن کے ساتھ بھی وہی کارروائی نہ کر دی ہو۔"

"کیا تم واقعی اُسے احمق سمجھتے ہو؟" رحمان صاحب کے لہجے کے فخریہ انداز کو محسوس کر کے سر سلطان مسکرا دیئے۔

انہوں نے رحمان صاحب کا شانہ تھپک کر کہا۔"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا لیکن مجھے اس کا علم نہیں تھا کہ اُن تینوں کو کس بناء پر رہا کر دینے کا حکم دیا گیا ہے۔"

"سنو۔" رحمان صاحب ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولے۔"اگر ان لوگوں نے عمران کا پیچھا نہ چھوڑا تو مجھے کوئی اور قدم اٹھانا پڑے گا۔"

"کیا مطلب؟"

"میں جانتا ہوں کہ اُن کے مقامی ایجنٹ کون کون ہیں اور کہاں کہاں ہیں۔"

"اچھا تو پھر....؟"

"اُسے اُن کی لسٹ فراہم کر دی جائے گی۔"

سر سلطان صرف مسکرا کر رہ گئے اور رحمان صاحب انہیں گھورتے ہوئے بولے۔"اس طرح مسکرانے کا مطلب؟"

"کیا تم یہ سمجھے ہو کہ وہ خود نہیں جانتا کہ مقامی ایجنٹوں میں کون کون ہے اور کہاں کہاں ہے.. یہ چکر ہی دوسرا ہے رحمان! وہ تو صرف اُن سے نپٹ رہا ہے جو اُسے گھیرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"کچھ بھی ہو۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ میرا پیمانہ صبر لبریز نہ ہو۔" رحمان صاحب نے کہا اور سر سلطان کو وہیں چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔

سر سلطان کی رہنمائی اس کمرے تک کی گئی جہاں وہ تینوں سفید فام آرام کر رہے تھے۔

انہوں نے اُن سے اپنا تعارف کرایا تھا اور ان کی خیریت دریافت کی تھی۔

"ہم اب بالکل ٹھیک ہیں۔ لہٰذا ہمیں جانے کی اجازت دی جائے۔" ایک سفید فام بولا۔

"ضرور، ضرور۔ لیکن براہ کرم ٹی تھری بی سے متعلق رپورٹ کی ایک کاپی میرے آفس کو بھی بھجوا دینا۔"

"وہ تو ہوگا ہی۔" سفید فام مسکرا کر بولا۔"ضابطے کی کارروائی بہر حال ہوگی۔"

سر سلطان واپسی پر خاصے مطمئن نظر آرہے تھے۔